زکوٰۃ کا بیان

فی سبیل اللہ کی تفصیل

سوال :۔ زکوٰۃ کے مصارف میں ایک مصرف فی سبیل اللہ ہے۔ کیا اس میں ہر کارِ خیر داخل ہے یا اس کا اطلاق صرف جہاد اور حج عمرہ پر ہی ہے۔؟

جواب :۔ قرآن مجید میں جو مصارف مذکور ہیں ان سے ایک فی سبیل اللہ بھی ہے۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ جہاد کے داخل ہونے پر تو سب متفق ہیں۔ حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اس کی بابت ابوداؤد باب العمرۃ میں صریح حدیث موجود ہے۔ اور نیل الاوطار کتاب الزکوٰۃ باب العرف فی سبیل اللہ میں بعض اور روایتوں کا بھی ذکر ہے جن میں تصریح ہے کہ حج فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اور بعض روایتوں میں عمرہ کی بابت بھی تصریح ہے۔ اگر عمرہ کی تصریح نہ ہوتی تو بھی عمرہ حج کے حکم میں تھا۔ لیکن بعض روایتوں میں تصریح آنے سے اور پختگی ہوگئی۔

بعض کا مذہب

بعض کہتے ہیں فی سبیل اللہ کا لفظ عام ہے۔ کوئی کارِ خیر ہو۔ اس میں خرچ کر سکتے ہیں۔

تفسیر فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۲۲۳ میں ہے۔

وقیل ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی نوع خاص ویدخل فیہ جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذالک والاول اولیٰ لاجماع الجمہور علیہ۔

یعنی کہا گیا ہے کہ "فی سبیل اللہ" کا لفظ عام ہے۔ اس کو ایک قسم پر بند کرنا جائز نہیں۔ اور اس میں تمام کارِ خیر داخل ہیں۔ جیسے مُردوں کو کفن دینا۔ پُل بنانا۔ قلعے اور مسجدیں تعمیر کرنا وغیرہ وغیرہ اور پہلی صورت جہاد مع حج، مراد ہونا بہتر ہے۔ کیونکہ اس پر جمہور کا اجماع ہے۔

تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ میں ہے۔

وقال بعضهم ان اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی الغزاۃ ولهذا اجاز بعض الفقهاء صرف سهم سبیل الله الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارۃ المساجد وغیر ذالك قال لان قوله وفی سبیل الله عام فی الکل فلا یختص بصنف دون غیرہ والقول الاول هو الصحیح لاجماع الجمهور علیه۔

یعنی بعض نے کہا ہے کہ لفظ عام ہے اس کو صرف غازیوں پر بند کرنا جائز نہیں اس لئے بعض فقہاء نے فی سبیل اللہ کا حصہ ہر کار خیر میں صرف کرنا جائز قرار دیا ہے۔ مثلاً مردوں کو کفن دینا۔ پل بنانا قلعے اور مسجدیں تعمیر کرنا وغیرہ۔ انہوں نے کہا ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ عام ہے۔ ایک قسم کے ساتھ بند نہیں ہوگا۔ اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ اس پر جمہور کا اجماع ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۳۱ میں ہے۔

واعلم ان ظاهر اللفظ فی قوله وفی سبیل الله لا یوجب القصر علی کل الغزاۃ فلهذا المعنی نقل القفال فی تفسیرہ عن بعض الفقهاء انهم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوہ الخیر من تکفین الموتی وبناء الحصون وعمارۃ المساجد لان قوله وفی سبیل الله عام

یعنی اس بات کو جان لے کہ لفظ فی سبیل اللہ کا ظاہر عام ہے۔ غازیوں پر بند کرنے کو واجب نہیں کرتا۔ اس وجہ سے قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تمام امور خیر میں صدقات کا صرف کرنا جائز رکھا ہے جیسے مردوں کو کفنانا۔ قلعے مسجدیں تعمیر کرنا۔

تبصرہ

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ لفظ فی سبیل اللہ عام ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں۔ اگر اس پر کوئی عمل کرے تو اس پر اعتراض تو نہیں ہو سکتا مگر چونکہ زکوٰۃ فرضی صدقہ ہے۔ اس کو ایسی طرز پر ادا نہ کرنا چاہیئے جس میں تردد رہے۔ دیکھئے نماز میں جب شک ہو جاتا ہے کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دو۔ تو حکم ہے کہ ایک اور رکعت پڑھے تاکہ شک سے نکل جائے۔ پس زکوٰۃ بھی قرآن میں نماز کے ساتھ ذکر ہوئی ہے۔ اس لئے اس میں بھی احتیاط چاہیئے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد لیا

جائے۔ اِ حج عمرہ۔ کیونکہ جہاد تو بالاتفاق مراد ہے۔ اور حج عمرہ حدیث نے داخل کر دیا ہے۔ مگر جیسا عام ہے ویسا رکھا جائے تو پھر فقراء، ومساکین وغیرہ کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ حالانکہ اس آیت میں فقراء ومساکین وغیرہ کا الگ ذکر کیا ہے۔ اس لئے ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد خاص ہے۔ اور خاص بغیر دلیل کے مراد نہیں ہو سکتا۔ دلیل یا تو آیت ہے یا اتفاق مفسرین ہے۔ جیسا جہاد کے مراد ہونے پر اتفاق ہے یا حدیث اور تفسیر صحابہؓ ہے۔ جیسا حج عمرہ مراد ہونے پر ہے۔ باقی کی بابت کوئی دلیل نہیں۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

تبلیغ، مدارس، امداد طلبا بذریعہ کتب، پارچات وخوراک مصارف زکوٰۃ ہیں؟

سوال در بیت المال میں زکوٰۃ جمع کر کے حسب ذیل مصارف پر خرچ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے؟

۱۔ ماتحت تنظیم توحید وسنت کی اشاعت بذریعہ تقریر وتحریر۔

۲۔ خرید کتب وسامان انجمن جن کتابوں سے اشاعت اسلام وتدریس طلباء مطلوب ہے۔

۳۔ امداد طلباء مقامی بذریعہ کتب، پارچات وضروریات خوراک وغیرہ۔

۴۔ مدارس اسلامیہ۔

۵۔ تنظیم جماعت پر خرچ۔

جواب۔ جہاد جیسا تلوار سے ہوتا ہے ویسا ہی زبان سے بھی ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے

من جاهدهم بيده فهو مومن ومن جاهدهم بلسانه فهو مومن ومن جاهدهم بقلبه فهو مومن وليس وراء ذالك حبة خردل من الايمان رواه مسلم (مشکوٰۃ ص۲۹)

یعنی جو ہاتھ سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے۔ اور جو زبان سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے۔ اور جو دل سے ان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے۔ اور اس کے ورے رائی برابر بھی ایمان نہیں۔

پس اس میں مناظرے، اشاعت اسلام پر خرچ کرنا داخل ہو گیا۔ لیکن اس میں تھوڑی سی تفصیل

ہے۔ وہ یہ کہ ایسی شے پر صرف نہ کرے جو وقف ہو۔ جیسے مدرسہ کی عمارت۔ خرید کتب وغیرہ۔ چونکہ اس سے پھر وہی صورت پیدا ہو جائے گی جس میں اختلاف ہے۔ جیسے مساجد اور قلعوں کا تعمیر کرنا حالانکہ قلعے دشمن سے جنگ کرنے کے لئے اور ان سے حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ اور مسجدیں نماز اور تعلیم و تعلم کے لئے ہوتی ہیں، خاص کر قرآن و حدیث کا پڑھنا پڑھانا مسجدوں ہی کے لائق ہے اور قرآن و حدیث کا پڑھنا پڑھانا عین اشاعت اسلام ہے مگر پھر بھی جمہور مفسرین اس کے خلاف ہیں۔ اس لئے زکوٰۃ کا مال مدارس کی عمارت اور خرید کتب وغیرہ پر صرف ہونے میں ذرا شبہ ہے اس میں احتیاط چاہیئے۔

طلباء کی امداد

ہاں! زکوٰۃ کی مد سے طلباء کی امداد کی جائے وہ اس سے کتب خریدیں یا کسی اور ضرورت میں خرچ کریں تو بہت اچھا ہے، اس طرح مدرسین کی تنخواہیں، مناظرین اور مبلغین کا کرایہ اور دیگر اخراجات زکوٰۃ سے ہو سکتے ہیں، لیکن اگر غنی ہو تو اس کو بچنا بہتر ہے۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ رح اور دیگر ائمہ کا قول ہے کہ جنگ میں زکوٰۃ وہی شخص لے سکتا ہے جس کے پاس خرچ نہ ہو۔ پس جب جنگ میں غنی کی بابت اختلاف ہوا تو تعلیم و تعلم کا معاملہ تو اس سے نازک ہے کیونکہ فی سبیل اللہ سے اصل مراد تو جنگ ہے اور حدیث کی تصریح نے حج عمرہ کو بھی اس میں داخل کر دیا ہے اور تعلیم و تعلم وغیرہ کی بابت تصریح نہیں آئی۔ صرف ایک قسم جہاد ہونے کی وجہ سے داخل کیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں احتیاط برتنا چاہیئے۔ اور غنی کو پرہیز رکھنا چاہیئے۔

اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض (الایۃ) اس آیت سے پہلے صدقات کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا ہے یہ صدقات اُن فقیروں کے لئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں بند ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے۔ یعنی تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے۔ (کیونکہ سفر کرنے سے دین کا کام بند ہو جاتا ہے)

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

زکوٰۃ کا جماعتی صورت میں خرچ کرنا

سوال:۔ جماعتی صورت میں زکوٰۃ کا خرچ کرنا بہتر ہے یا انفرادی صورت میں؟

جواب :- جو کام جماعت کی صورت میں ہو وہ بالاتفاق بہتر ہے۔ بلکہ اس کی بہت فضیلت ہے اور جماعتی صورت میں کام ہونا یہ کسی مستحق سائل کو دینے سے مانع نہیں۔ بیت المال میں سب زکوٰۃ جمع کی جائے۔ اور اس سے آئے گئے سائل کو بھی دے دیں۔ یہ بہت اچھی صورت ہے۔

عبداللہ امرتسری

دریوزہ گر کو زکوٰۃ دینا

سوال :- جو لوگ در بدر لقمہ لقمہ مانگتے پھرتے ہیں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- جو لوگ دروازے دروازے لقمہ لقمہ مانگتے پھرتے ہیں اُن کو زکوٰۃ دینے سے بچنا چاہیئے کیونکہ ایسے سائل اکثر بے دین ہوتے ہیں۔ نیز اس طرح ادا کرنے سے ایک بڑی غلطی ہوتی ہے وہ یہ کہ سال بھر زکوٰۃ گھر میں بند رکھتے ہیں اور تھوڑی تھوڑی آئے گئے کو دیتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر درمیان سال کے موت آگئی تو زکوٰۃ اپنی زندگی میں ادا نہ ہوئی۔ اور یہ فرض ذمے رہ گیا۔ اگر بیت المال میں دے دی جائے تو اس کی طرف سے ادا ہو گئی پھر خواہ آہستہ آہستہ ہی خرچ ہو۔ بہر صورت بیت المال والی صورت بہت بہتر ہے جس میں بے شمار فوائد ہیں اور شبہ سے خالی ہے۔

عبداللہ امرتسری

بے نماز۔ بدمعاش کو زکوٰۃ دینا

سوال :- بے نماز۔ بے روزہ۔ بدکردار غریب شخص کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

جواب :- زکوٰۃ مسلمانوں کے فقیروں کی ضروریات کے لئے ہے نہ بدمعاشوں کی بدمعاشی کے لئے۔ ایسوں کو کھلانے پلانے سے اُن کی بدمعاشی بڑھتی ہے۔

حدیث میں ہے۔

تؤخذ من اغنیاءھم وترد علی فقراءھم۔

یعنی مسلمانوں کے غنیوں سے لے کر اُن کے فقیروں کو دی جائے۔

نیز زکوٰۃ ایک فرض ہے جو خود بخود ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ کوئی سوال کرے

تو دی جائے اور بوسٹے خود بخود دی جاتی ہے اس میں نیک تلاش کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

لا یاکل طعامك الا تقی ۔ مشکوۃ باب الانفاق

یعنی تیرا کھانا متقی کے سوا کوئی نہ کھائے۔

مشکوۃ باب الانفاق میں ایک اور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص نے غلطی سے چور پر اور زنڈی پر اور غنی پر صدقہ کیا۔ بعد میں اس کو پتہ چلا تو افسوس کیا۔ خواب میں اس کو دکھائی دیا کہ تیرا صدقہ ضائع نہیں ہوا۔ شاید چور چوری سے اور زنڈی زنا سے باز آجائے اور غنی عبرت پکڑے

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ زکوۃ بدمعاش کا حق نہیں ورنہ صدقہ کرنے والے کو اپنے صدقہ کے ضائع ہونے کا افسوس نہ ہوتا اور خواب میں تسلی کی ضرورت نہ پڑتی۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

زکوۃ کے علاوہ مال میں اللہ تعالےٰ کا حق ہے

زکوۃ کا یکمشت ادا کرنا

سوال:۔ مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہے اور زکوۃ سال بھر تھوڑی تھوڑی کر کے دینا جائز ہے یا نہیں۔؟

جواب:۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مال میں صرف زکوۃ اللہ تعالےٰ کا حق ہے اور نہیں ہے حالانکہ قرآن وحدیث سے اور حق بھی ثابت ہے۔

مشکوۃ میں ہے۔

عن فاطمۃ بنت قیس قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المال لحقا سوی الزکوۃ ثم تلا لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الایہ رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی (مشکوۃ باب فضل الصدقۃ)

یعنی فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مال میں زکوۃ

کے سوا بھی حق ہے۔ پھر آیت کریمہ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ الایہ) پڑھی۔ اس آیت میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی مسکینوں۔ محتاجوں کو دینے کا ذکر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی ادا نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس آیت و حدیث میں زکوٰۃ کے علاوہ جس حق کا ذکر ہے یہ وہی ہے جو موقع بموقع آپڑتا ہے۔ جیسے کوئی سائل آگیا یا کسی مسافر کو دینا پڑ گیا۔ یا کسی پر ناگہانی مصیبت پڑ گئی تو اُس کی امداد ضروری ہوگئی۔ یا کسی بھوکے کو کھانا کھلانا پڑ گیا۔ غرض اس قسم کے مصارف کے لئے شریعت نے زکوٰۃ کے سوا مال میں حق رکھا ہے کیونکہ معلوم نہیں کہ ایسی صورت کب آپڑے۔ اگر زکوٰۃ پاس رکھ کر سال میں تھوڑی تھوڑی دینی جائز ہوتو پھر زکوٰۃ کے سوا مال میں حق رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ فوراً دے دینی چاہیئے پاس نہ رکھنی چاہیئے ہاں بیت المال میں زکوٰۃ کا جمع رہنا اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ بیت المال تو کسی خاص جگہ میں ہوتا ہے۔ اور ایسی صورتیں ہر جگہ پیش آتی رہتی ہیں جن کے لئے بیت المال میں جمع ہونا کفایت نہیں کرتا۔ پس ضروری ہوا کہ زکوٰۃ کے سوا بھی مال میں حق ہوتا کہ ان ضرورتوں کو متکفل ہو۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

جس عورت کا خاوند صاحب زکوٰۃ ہو اُس عورت کو زکوٰۃ دینا

سوال : چچا اپنی غریب عیالدار بھتیجی اور بیوہ بھتیجی کو ہمیشہ کچھ روپیہ زکوٰۃ میں سے دیا کرتا تھا مگر اب وہ ایک شخص صاحب نصاب کے نکاح میں آگئی۔ چچا نے سابق دستور اب پھر بھتیجی کو زکوٰۃ کا روپیہ بھیج دیا۔ اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ کیا اس حالت میں جب کہ اُس کا خاوند صاحب زکوٰۃ ہو اُس کو زکوٰۃ کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا یہ روپیہ چچا کو واپس کر دے؟ یا اپنے ہی بچوں میں تقسیم کر دے؟ یا سوتیلے لڑکے جو کہ طالب علم ہیں۔ ان کو دے دے؟ جواب قرآن و حدیث سے دیں۔

جواب : جس کا نان نفقہ اور دیگر ضروریات دوسرے کے ذمہ ہو۔ اس کا حکم دوسرے کا ہے

مثلاً ماں باپ غنی ہوں تو اولاد بھی غنی کہلاتی ہے۔ کیونکہ وہ والدین کی پرورش میں ہیں اور والدین اُن کے نان و نفقہ اور دیگر ضروریات کے ذمہ وار ہیں۔ ٹھیک اسی طرح بیوی کے نان و نفقہ اور دیگر تمام ضروریات کا ذمہ دار خاوند ہے۔ پس خاوند کے غنی ہونے کے ساتھ بیوی بھی غنی کہلائے گی۔ اس لئے جیسے والدین اپنی اولاد کو جو ان کی پرورش میں ہیں۔ زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ خاوند بھی بیوی کو نہیں دے سکتا۔ پس جب بیوی غنی کے حکم میں ہوئی تو چچا کا اس بھتیجی کو زکوٰۃ دینا جس کا سوال میں ذکر ہے جائز نہ ہوا۔ جو نکاح کے بعد زکوٰۃ دی ہے وہ چچا واپس لے لے۔ ہاں اگر اس بھتیجی کی اولاد کے نان و نفقہ و دیگر ضروریات کا ذمہ بھتیجی کے خاوند نے نہیں لیا۔ اور وہ اپنے سر پر اپنا گذارہ کرتے ہیں اور غریب ہیں تو ان میں زکوٰۃ تقسیم ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سوتیلے لڑکے کا اگر کوئی کفیل نہیں اور وہ غریب ہے تو اس پر بھی یہ زکوٰۃ خرچ ہو سکتی ہے

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ

۲۱ محرم ۱۳۵۲ھ

یتیم نابالغ سیّد عشر لے سکتا ہے؟

سوال:۔ یتیم نابالغ سید کو عشر کے دانے لینے جائز ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ مشکوٰۃ باب من تحل الصدقۃ میں حدیث ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَاتِ فَجَعَلَهَا فِیْ فِیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کِخْ کِخْ لِیَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَا نَاْکُلُ الصَّدَقَةَ۔ متفق علیہ۔

وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِیْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ رواہ مسلم۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ حسینؓ بن علیؓ نے صدقہ کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تھوک تھوک یعنی اس کو تھوک دے۔ پھر فرمایا۔ تجھے معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

عبد المطلب سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ صدقات صرف لوگوں کی میل ہے۔ محمدؐ اور آلِ محمدؐ کے لئے حلال نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یتیم نابالغ سید کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں۔ یہی حکم عشر کا ہے۔ اس لئے کہ عشر زکوٰۃ سے الگ نہیں بلکہ زکوٰۃ ہی کی قسم ہے۔ چونکہ دانوں اور کھجوروں وغیرہ میں دسواں حصہ ہوتا ہے۔ یا دسویں کا نصف ہوتا ہے اس لئے زکوٰۃ کی اس قسم کا نام عشر ہو گیا ہے۔

سید کو زکوٰۃ سے تنخواہ دینا

سوال۔ اگر کسی مدرسہ میں کوئی معلم سید ہو۔ اور مدرسہ والے اس کو زکوٰۃ کی مد سے تنخواہ دیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ کیا دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ زکوٰۃ کی مد اہل مدرسہ کو الگ رکھنی چاہیئے تاکہ زکوٰۃ کی مد سے سید کو تنخواہ نہ ملے کیونکہ سید کے لئے زکوٰۃ کا عامل بننا درست نہیں، چنانچہ ابورافع کو جو آپ کا آزاد کردہ تھا۔ آپ نے منع فرمایا (مشکوٰۃ باب لاتحل لہ الصدقہ) درس و تدریس بھی قریباً اسی حکم میں ہے۔ اس لئے احتیاط چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۸ ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ ۔ ۲۴ جون ۱۹٦۰ء

باپ کی زکوٰۃ سے بیٹے کی تعلیم

سوال:۔ زید اپنے بیٹے کو علم دین سکھانا بالکل پسند نہیں کرتا۔ اور وہ رمضان میں برابر زکوٰۃ نکالتا ہے۔ کیا زید کی بیوی اپنے بیٹے کو علم دین سکھانے کے لئے پوشیدہ طور پر زکوٰۃ کے پیسوں سے بیٹے کو تعلیم دلوا سکتی ہے۔

جواب:۔ ایک غریب شخص کا آپ نے کچھ قرض دینا ہے تو کیا زکوٰۃ سے آپ اس کا قرض اتار سکتے ہیں؟ یہی مثال بیٹے کی تربیت میں زکوٰۃ صرف کرنے کی ہے۔ کیونکہ بیٹے کی ہر قسم کی تربیت کا حق باپ کے ذمہ ہے جو حق پہلے ہی باپ کے ذمہ ہے وہ زکوٰۃ سے کس طرح ادا ہوگا بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص زید کے بیٹے کی دینی تعلیم میں یا اور کسی قسم کی تربیت میں اپنی زکوٰۃ صرف کرنی چاہیئے یہ بھی

درست نہیں۔ کیونکہ اولاد اپنے والدین کے تابع ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے هم من آبائهم۔ یعنی اولاد اپنے آباء سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار کے جو چھوٹے بچے مرجاتے ہیں وہ جنتی ہیں مگر ان کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے بچوں کا پڑھا جاتا ہے۔ پس جب اولاد والدین کے تابع ہے اور والدین صاحب زکوٰۃ ہیں جن کو زکوٰۃ نہیں لگ سکتی تو اولاد کو بھی نہیں لگ سکتی۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ

۲۴ محرم ۱۳۵۴ھ۔ ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء

اہلحدیث کانفرنس مصرفِ زکوٰۃ ہے؟

سوال:۔ اہلحدیث کانفرنس جو دہلی میں ہو رہی ہے اس پر زکوٰۃ لگ سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کانفرنس اہلحدیث میں زکوٰۃ لگ سکتی ہے۔ لیکن ان کو اطلاع کر دینا چاہیے کہ یہ زکوٰۃ ہے تاکہ ایسی مد میں صرف نہ کریں جو مصرف زکوٰۃ نہیں۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ

۱۹ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

مقروض کو قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

سوال:۔ اگر کسی مسکین یا مستحق زکوٰۃ سے قرض لینا ہو۔ اگر قرضخواہ زکوٰۃ میں قرض کو وضع کرے اور اس کو قرض معاف کر دے تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ اگر قرض زکوٰۃ میں وضع کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ جب مسکین مستحق زکوٰۃ ہے تو قرض معاف کر دینا بعینہٖ دے دینا ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

یعنی اگر مقروض تنگدست ہو تو آسانی تک ڈھیل دینا چاہیے اور صدقہ کر دینا یعنی قرض چھوڑ دینا

یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

قرض چھوڑنے کو صدقہ فرمایا ——— اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی صدقہ دینے کا ایک طریق ہے پس زکوٰۃ ادا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہاں بعض دفعہ انسان کو قرض وصول ہونے کی اُمید نہیں ہوتی۔ یا ہوتی ہے لیکن جلدی نہیں ہوتی تو یہ خیال کر کے کہ قرض ملنا تو ہے نہیں۔ یا دیر سے ملے گا۔ زکوٰۃ میں وضع کر لو۔ پس وہ زکوٰۃ میں وضع کر لیتا ہے تو اس صورت میں کچھ شبہ رہتا ہے کہ شاید اپنی رقم کی خاطر ایسا کیا ہو۔ اگر وصولی کی اُمید ہوتی تو شاید اس کو زکوٰۃ نہ دیتا۔ اس سے نیت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے غور کر لینا چاہیئے کہ کہیں یہ شبہ والی صورت تو پیدا نہیں ہو گئی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

حقیقی بہن بھائی مصرف زکوٰۃ ہیں؟

سوال ۔ اگر حقیقی بھائی یا بہن فقیر یا مسکین ہو تو ان کو زکوٰۃ دینی جائز ہے یا نہیں۔ نیز والدین اولاد سے الگ ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

محمد از کلس ڈاکخانہ لنگن پور ضلع لاہور

جواب :۔ حقیقی بھائی بہن اگر فقیر مسکین ہوں تو ان کو زکوٰۃ لگ سکتی ہے بلکہ بخاری نے باب باندھا ہے۔ محتاج ہونے کی صورت میں زکوٰۃ بیٹے کو بھی لگ سکتی ہے جبکہ بیٹا جوان ہو۔ اور اپنا الگ اس کا کاروبار ہو۔ اس مسئلہ کے متعلق انہوں نے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک شخص نے صدقہ مسجد نبوی میں رکھا کہ کسی مسکین کو دے دیا جائے۔ اتفاقاً بیٹے نے آکر اٹھا لیا۔ باپ کو پتہ لگا تو کہا میں نے تجھے دینے کا ارادہ نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معاملہ پہنچا۔ تو آپ نے باپ کو کہا کہ تیرا صدقہ قبول ہے۔

رہے والدین تو وہ تنگدست ہونے کی صورت میں انسان کے اہل وعیال میں داخل ہیں۔ اور ان کا نان ونفقہ اُس کے ذمہ ہے۔ چنانچہ تین شخص کی غار والی حدیث سے واضح ہے۔ جو مشکوٰۃ باب البر والصلہ میں مذکور ہے اس لئے ان کو زکوٰۃ نہیں لگ سکتی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ

تبلیغ کے لئے لاؤڈ سپیکر زکوۃ فنڈ سے خریدا جا سکتا ہے؟

سوال :- زکوۃ کے روپیہ سے مسجد کے لئے یا تبلیغی جلسوں میں استعمال کرنے کے لئے لاؤڈ سپیکر خریدنا جائز ہے یا نہیں ؟

عبدالقیوم ناظم جمعیت اہلحدیث دھرمپورہ لاہور

جواب :- تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ایک حدیث ہے جس میں ذکر ہے کہ زکوۃ کے آٹھ مصارف ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ انما الصدقات الایۃ (پ۱۰ رکوع ۱۴)

اس آیت میں ایک مصرف فی سبیل اللہ بھی ہے۔ بعض اس کو عام لیتے ہیں۔ جو تفسیر کبیر میں قفال سے منقول ہے۔ لیکن اگر فی سبیل اللہ کا مفہوم عام مراد لیا جائے تو پھر باقی مصارف بھی اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر آٹھ کہنا ٹھیک نہیں۔

اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے جہاد تلوار کے ساتھ ہو یا زبان کے ساتھ یا دل کے ساتھ۔ زبانی جہاد بھی تبلیغی شعبہ میں داخل ہے اور تبلیغی شعبہ میں لاؤڈ سپیکر کو بڑا دخل ہے۔ اس لحاظ سے لاؤڈ سپیکر وقف کرنا بظاہر جائز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اصل جہاد کا لفظ تلوار کے جہاد کے لئے ہے اور تبلیغی شعبہ کو مجازاً جہاد کہا جاتا ہے۔ اس بنا پر تبلیغ کے لئے لاؤڈ سپیکر میں شبہ رہتا ہے۔ اور زکوۃ فرض ہے۔ فرض کی ادائیگی ایسے طریق پر ہونی چاہیئے کہ شبہ نہ رہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی لاہور

۲۹ جمادی الاول ۱۳۸۳ھ - ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

عشر میں سرکاری مالیہ کا حکم

سوال :- ایک شخص نے بیس بلاک زمین دس سال کی قسطوں پر خریدی ہے اور سالانہ قسط مالکان بیس بلاک کی ۴۸۳۸ روپے ادا کرتا ہے۔ یہ قسط اس کے خزانہ جائداد میں جمع ہوتی رہتی ہے کیونکہ جس قدر زمین کی قسط ادا کرے گا اس قدر زمین کا مالک ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ رقم اس کا خزانہ ہے۔ اور قسط کی

تین دفعہ کی عدم ادائیگی کے بعد سب زمین ضبط ہو جاتی ہے۔ اور آباد زمین کا معاملہ سرکاری ۴۴ روپے سالانہ ہے۔ پٹواری تپاتو نگو کی رشوت بھی تقریباً چھ روپے سالانہ ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ قسط میں بلاک کی اور معاملہ سرکاری اور رشوت وغیرہ خرچ زمین نکال کر عشر نکالا جائے گا یا پہلے۔

غلام محمد

معرفت حکیم فضل دین درزی جیمس آباد سندھ تھرپارکر

جواب:۔ حدیث میں ہے۔

عن جابر عن النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت الانہار والغیم العشر فیما سقی بالسانیۃ نصف العشر رواہ احمد ومسلم والنسائی وابوداؤد وقال الانہار العیون۔

وعن ابن عمران النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون اوکان عثریا العشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر رواہ الجماعۃ الا مسلما لکن لفظ النسائی وابی داؤد وابن ماجۃ بعلا بدل عثریا۔

(منتقی باب زکوۃ الندج ۴)

یعنی جابرؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کھیتی نہروں یا بارش سے پرورش پائے۔ اس میں عشر ہے۔ اور ابوداؤد میں ہے۔ جو نہروں یا چشموں سے پرورش پائے اس میں عشر ہے۔ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے جو بارش یا چشموں سے پرورش پائے یا نہر کے کنارہ ہونے کی وجہ سے یا اس کی جڑیں زمین میں پانی تک پہنچنے کی وجہ سے یعنی بغیر پانی دینے کے خود پرورش پا رہا ہو۔ اس میں عشر ہے۔ اور جس کو اونٹ وغیرہ سے پانی دیا جائے۔ اس میں نصف عشر ہے۔ اس کو مسلم کے سوا باقی جماعت نے روایت کیا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پانی کے فرق سے کبھی دسواں حصہ ہو جاتا ہے کبھی بیسواں۔ اگر بارش وغیرہ کا پانی ہو تو دسواں۔ اگر اونٹ وغیرہ سے پلایا جائے تو بیسواں۔

اب سوال کی صورت میں جس معاملہ کا ذکر ہے۔ وہ کونسا ہے۔ پانی کا آبیانہ ہے یا زمین کا مالکانہ

اگر زمین کا ہے تو وضع کر لیا جائے۔ اور باقی غلہ کا عشر نکالا جائے۔ اگر پانی کا ہے تو یہ پانی منفعت کا نہ ہوا جیسے بارش وغیرہ کا پانی ہے بلکہ اس پانی کے حکم میں ہوا۔ جو اونٹ وغیرہ سے پلایا جاتا ہے۔ یعنی کوئیں کے پانی کے حکم میں ہوا۔ پس یہ معاملہ وضع نہ کیا جائے۔ ہاں عشر کی بجائے بیسواں حصہ ادا کرے اس طرح رشوت کا حکم ہے جو پانی کی خاطر ہے۔ وہ پانی کے معاملہ میں آگئی اور جو زمین کی وجہ سے ہے۔ وہ زمین کے معاملہ میں داخل ہے۔

اب قسطوں کا حال سُنئے۔

زمین اگر غیر کی ملکیت ہو اور آپ کے پاس بٹائی یا لگان پر ہو تو جتنا غلہ مالک کو جائے گا۔ اتنے کا عشر مالک پر ہوگا۔ اور جتنا غلہ آپ کو ملے گا اتنے کا عشر آپ دیں گے۔ اور اگر آپ مالک ہوں تو سارا غلہ آپ کو ملے گا اور سب کا عشر آپ کے ذمہ ہوگا۔

سوال میں جس زمین کا ذکر ہے۔ اُس سے جتنی آپ آباد کرتے ہیں اُس کی ساری آمد بظاہر آپ کو ملتی ہے۔ مگر اُس کی ملکیت کا روپیہ چونکہ آپ کے ذمہ ہے اس لئے حقیقت میں سارا غلہ آپ کو نہیں ملتا مگر آپ اس ملک کی بٹائی یا لگان کا اندازہ کر کے مالکانہ حق علیحدہ کر دیں اور باقی کا عشر نکالیں۔ پھر مالکانہ حق کو دیکھیں کہ سالانہ قسط سے کم ہے یا زیادہ اگر زیادہ ہے تو اُس کا عشر بھی ادا کرنا ضروری ہوگا۔ اگر کم ہے تو کمی اپنے پاس سے پوری کر کے قسط ادا کر دیں اور اس کمی کا ہر سال حساب رکھیں۔ جب دس سال میں دس قسطیں پوری ہو جائیں تو اس کا بعد مالکانہ حق میں سے بدستور اس کمی کا حساب مجری لے لیں۔ جب آپ کی رقم پوری ہو جائے تو پھر سارے غلہ کا عشر ادا کریں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۴ھ - ۱۳ ستمبر سنہ ۱۹۳۵ء

سب شرکاء کا عشر ادا کرنے کے لئے صاحب نصاب ہونا ضروری ہے

سوال:۔ کھیت میں کئی شریک ہوں تو کیا عشر کے لئے ہر ایک کا حصہ نصاب کو پہنچنا ضروری ہے یا مشترکہ؟ محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ نصرۃ الاسلام موضع کھیا نوالی ڈاکخانہ مکستر ضلع فیروزپور

جواب :- مختلف شخصوں کی اکٹھی شے کا حکم مسئلہ زکوٰۃ میں ایک شخص کی شے کا ہے چنانچہ بکریوں وغیرہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے ۔ ہر ایک کی بکریاں نصاب تک نہیں پہنچتی مگر اکٹھی ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ پڑ جاتی ہے خشیۃ للصدقہ کو وجوب زکوٰۃ میں کوئی دخل نہیں بلکہ اکٹھی ہونے کو دخل ہے ۔ اگر اکٹھی ہونے کو دخل نہ ہوتا تو صدقہ کے ڈر سے جدا کرنے کے کیا معنی ۔ پس جب اکٹھی کو دخل ہوا تو صورت مسئولہ میں عشر پڑ جائے گا خواہ ہر ایک کا حصہ نصاب کو پہنچے یا نہ ۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ ۲۳ مئی ۱۹۴۰ء

زکوٰۃ میں مضاربت

سوال :- صاحبِ زکوٰۃ کا مال زکوٰۃ سے بطورِ مضاربت دوسرے کے تجارت کرنا درست ہے یا نہیں ۔ ایسے ہی صاحبِ صدقہ اپنے صدقے سے بطورِ مضاربت تجارت کرتا اور خود بھی اس کی کمائی کھاتا ہے ۔ اور بطور حصہ رسدی فی سبیل اللہ بھی خرچ کرتا ہے ۔ آیا ایسا کرنا اس کا درست ہے یا نہیں ؟ پھر صاحبِ زکوٰۃ اس نفع اور اصل مال کو حسبِ خواہش کسی پختہ عمارت مدرسہ یا مسجد میں لگا دیتا ہے غرباء و مساکین پر خرچ نہیں کرتا ۔ یہ شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

جواب :- مشکوٰۃ میں ہے ۔

عن عمر بن الخطاب رضؓ قال حملت على فرس فى سبيل الله فاضاعه الذى كان عنده فاردت ان اشتريه فظننت انه يبيعه برخص فسالت النبىﷺ صلى الله عليه وسلم فقال لا تشتره ولا تعد فى صدقتك وان اعطاكه بدرهم فان العائد فى صدقته كالكلب يعود فى قيئه وفى رواية ولا تعد فى صدقتك فان العائد فى صدقته كالعائد فى قيئه متفق عليه

(باب من لا يعود فى الصدقة)

یعنی حضرت عمرؓ سے روایت ہے میں نے فی سبیل اللہ ایک شخص کو گھوڑے پر سوار کیا ۔ جس شخص کو سوار کیا ۔ اس نے اس کو ضائع کر دیا ۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو خرید لوں اور خیال تھا کہ

وہ سستی دے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا نہ خرید اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کر کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنے والے کی مثال کتے کی ہے جو قے کر کے اپنی قے کو چاٹتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے صدقہ میں رجوع نہ کر۔ کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنے والا اپنی قے میں رجوع کرنے والے کی طرح ہے۔

جب پیسوں سے اپنے صدقہ کا مال خریدنا جائز نہ ہوا تو محنت کر کے اس سے کھانا بھی ناجائز ہوگیا کیونکہ محنت بھی بمنزلہ پیسوں کے ہے۔ اور اگر محنت بمنزلہ پیسوں کے نہ ہو تو پھر بطریق اولیٰ منع ہے کیونکہ جب عوض کے ساتھ جائز نہیں تو بغیر عوض کس طرح جائز ہوگا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ لوٹا دے تو پھر جائز ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے اسی باب میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے دریافت کیا کہ میں نے اپنی ماں پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی۔ اور اب میری ماں مرگئی فرمایا تیرا اجر ثابت ہوگیا۔ اور میراث کی وجہ سے لونڈی تیری طرف لوٹ آئی۔

غرض اپنے طور پر ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔ جس کی وجہ سے صدقہ اس کی طرف لوٹے۔ یا اس سے فائدہ اٹھائے۔ خدا کی طرف سے مل جائے تو الگ شے ہے اور ظاہر ہے کہ مضاربت کے ساتھ کھانا یہ اپنی محنت ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ شے کا نفع بھی شے کے حکم میں ہے۔ جب پونجی خدا کی طرف سے ناجائز ہوئی تو نفع کھانا بھی ناجائز ہوگیا۔

ممانعت کی ایک وجہ اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ زکوٰۃ کا مال اپنے پاس رکھنا منع ہے۔ کیونکہ جب آیت آتوا الزکوٰۃ میں دینے کا حکم ہے تو اپنے پاس کس طرح رکھ سکتا ہے بلکہ تھوڑی مدت بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ جیسے بعض لوگ سال میں تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے۔

جب زکوٰۃ کا اپنے قبضہ میں رکھنا جائز نہ ہوا تو مضاربت کیسے؟

رہا زکوٰۃ کا یا اس کے نفع کا کسی پختہ عمارت مدرسہ و مسجد میں لگانا یہ بھی محل اشتباہ ہے جس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۳ھ۔ ۳۰ اگست سنہ ۱۹۳۴ء

امام کو عشر لگ سکتا ہے؟

سوال ۔ عشر اور قربانی وغیرہ کے چمڑوں وغیرہ کا مصرف امام ہے یا نہیں؟

(میاں) باقر بھوک دودھ طور چک نمبر ۴۲۴ ڈاکخانہ منڈی ماندلیانوالہ ضلع لائل پور

جواب :۔ امام اگر مسکین ہو تو اس حیثیت سے چمڑہ قربانی عشر وغیرہ اس کو لگ سکتا ہے۔ اگر عوض بنا کر دیا جائے تو نہیں لگ سکتا۔ مثلاً دوسری جگہ دینے سے اس کے امامت چھوڑ دینے کا خطرہ ہو۔ اگر اس وجہ سے اس کو دیا جائے تو وہ امامت کا عوض ہے۔ پس اس امامت میں نہ دینا چاہیئے۔ خواہ مسکین ہی ہو۔ کیونکہ چمڑے قربانی کا فروخت کرنا یا کسی شے کا عوض دینا منع ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ رواہ البیہقی (رحمۃ المہداۃ) یعنی جو قربانی کا چمڑہ فروخت کرے اس کی قربانی نہیں ہوتی۔ پس اب امام کو چمڑے عشر وغیرہ دینے کی صرف یہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ جیسے عام مسکینوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح اس کو دے سکتے ہیں۔ سب کی کوئی خصوصیت نہیں ہونی چاہیئے مثلاً اگر وہ امام ہو تو اس کو دیا جائے۔ اگر امام نہ ہو تو نہ دیا جائے۔ اس قسم کا دینا عوض شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ خیال ہو کہ نہ دیا تو امامت چھوڑ دے یا ناراض ہو جائے تو اس حالت میں بھی دینا عوض ہے۔ غرض حتی الوسع اس معاملہ میں احتیاط برتنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ قربانی و عشر ہی ضائع ہو جائے۔

ہاں ایک صورت جواز کی نکل سکتی ہے۔ وہ یہ کہ امام بچے بھی پڑھائے۔ اور گاؤں میں بیت المال ہو جس میں عشر، زکوٰۃ، چمڑے قربانی کے اور دیگر صدقات و خیرات جمع ہوتے ہوں۔ اور اس بیت المال سے تعلیم پڑھا کر امامت پر اس کی کچھ تنخواہ مقرر کر دی جائے تو اس طریق سے لینا شرعاً درست ہے۔ کیونکہ یہ اجرت تعلیم ہے نہ کہ اجرت امامت۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ

۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ ۔ ۵ مئی ۱۹۳۹ء

سید کی بیوی جو غیر سید ہے اس کو زکوٰۃ دینا

سوال :۔ میں سیدہ نہیں ہوں۔ لیکن سید کے گھر میں میری شادی ہوئی۔ بیس سال خاوند کے گھر آباد

رہی ہوں۔ عرصہ نو سال کا ہوا کہ میرا خاوند وفات پا گیا۔ اور اُس نے کوئی ورثہ نہیں چھوڑا۔ گذر اوقات مشکل ہے۔ اگر کوئی امیر صدقہ یا زکوٰۃ دینا چاہے تو کیا میرے لئے اُس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

مریم زوجہ محمود شاد مرحوم

جواب :۔ صدقہ۔ خیرات و زکوٰۃ وغیرہ غیر سیدہ کے لئے جائز ہے خواہ منکوحہ سید ہو یا غیر سیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کے لئے صدقہ کی حرمت نہیں۔ مگر ازواج مطہرات کے لئے حلال تھا۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ

۵ رمضان ۱۳۵۳ھ ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء

بیت المال کا قیام

سوال :۔ زکوٰۃ۔ عشر۔ صدقات۔ کھال قربانی وعقیقہ و فطر وغیرہ جمع کر کے بیت المال بنایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

علی محمد تو رجسٹ چک نمبر ۱۴۸ رکھ برانچ
ڈاکخانہ ڈچکوٹ ضلع لائل پور

جواب :۔ بیت المال بنانا جائز ہے۔ مگر صدقہ فطر وغیرہ کرنے میں شبہ ہے اور چرم ہائے قربانی اور عقیقہ گھر بھی رکھ سکتا ہے۔ اور مساکین کو بھی دے سکتا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ۔ انبالہ

۸ محرم ۱۳۵۳ھ ۔ ۵ فروری ۱۹۳۴ء

زکوٰۃ سے مسافر خانہ تعمیر کرنا

سوال :۔ ایک شخص زکوٰۃ کے نقدی سے مسافر خانہ تعمیر کرتا ہے تو کیا اس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی یا نہیں؟

ف: اگر خاوند غنی صاحب نصاب ہو تو اس صورت میں بیوی کے لئے صدقہ۔ زکوٰۃ لینا جائز نہیں خواہ وہ غیر سیدہ ہو۔ اس لئے کہ بیوی خاوند کے تابع ہے وہ غنی ہے تو بیوی بھی غنی کے حکم میں ہے اس لئے کہ بیوی کی تمام ضروریات کو پورا کرنا خاوند کے ذمہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ خاوند بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا البتہ بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے اگر وہ محتاج ہو (مرتب)

جواب:۔ مسافرخانہ بنانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن مجید میں جو مصارف زکوٰۃ ذکر ہیں۔ ان میں مسافرخانہ داخل نہیں۔ مسافرخانہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کی ملکیت ہے خواہ اس کو قائم رکھے یا فروخت کر دے یہ اس کو اختیار ہے اور زکوٰۃ نئے سرے سے ادا کرے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی
۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء

عشر جمع کر کے عشر دینے والوں کو قرض دینا

سوال:۔ عشر جمع کر کے عشر دینے والوں کو اس عشر سے قرض دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جو لوگ اس نیت سے عشر جمع کریں کہ بوقت ضرورت ہم کو اس عشر جمع شدہ سے قرض ملے گا۔ اگر عشر اپنے ہاتھ سے مستحقین پر خرچ کر دیں تو بوقت ضرورت ہم کو قرض نہیں مل سکتا۔ اس نیت سے عشر جمع کرنا شرعاً عشر کہلائے گا۔

جواب:۔ بیت المال سے قرض جائز نہیں۔ خاص کر صرف ان کو قرض دینا جو عشر دیتے ہیں یہ اور بُرا ہے۔ ایسا بیت المال درحقیقت شرعی بیت المال نہیں۔ بلکہ گھر کی ایک سوسائٹی ہے۔ شرعی بیت المال میں کسی کی خصوصیت نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک مستحق کی امداد کی جاتی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ میں ہے۔

توخذ من اغنیائهم وترد علی فقرائهم

یعنی مسلمانوں کے غنیوں سے صدقہ لیا جائے اور ان کے فقیروں کو دیا جائے۔

دیکھئے اس حدیث میں غنیوں سے لے کر فقیروں کو دینے کا ارشاد ہے۔ نہ یہ کہ دینے والے خود فائدہ اٹھائیں۔ ہاں اگر دینے والے فقیر ہو جائیں تو فقیر ہونے کی وجہ سے وہ بھی مستحق ہیں۔

خلاصہ یہ کہ بیت المال عام طور پر مسکینوں اور محتاجوں کی امداد کے لئے ہے۔ اس میں کسی کی خصوصیت نہیں۔ نہ اس میں قرض کا سلسلہ ہے۔

مؤطا میں حدیث ہے زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ اور عبیداللہ عراق کی طرف فوج میں گئے۔ جب واپس ہوئے تو ابوموسیٰ اشعریؓ سے ملے۔ اور وہ

اس وقت بصرہ میں امیر تھے۔ انہوں نے خوش آمدید کہا اور کہا کہ میں اگر تمہیں کسی قسم کا مالی فائدہ پہنچا سکتا تو دریغ نہ کرتا۔ پھر کہا کہ ہاں ایک صورت ہے۔ یہاں اللہ کا مال ہے۔ میں اس کو امیر المؤمنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں وہ تمہیں قرض دیتا ہوں۔ اس کے ساتھ عراق سے مال خرید کر مدینہ جا کر فروخت کرو۔ اصل مال امیر المؤمنین کو ادا کرو۔ اور نفع تم لے لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم دوست رکھتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ یہ سلوک کریں۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ مال ان کے حوالہ کیا اور امیر المؤمنین کو لکھ دیا کہ ان سے مال وصول کر لیں۔ جب یہ دونوں مدینہ آئے تو مال فروخت کیا اور ان کو نفع ہو گیا۔ جب حضرت عمرؓ کے پاس مال لے گئے تو فرمایا سب لشکر کو اس طرح قرض دیا ہے جیسے تمہیں دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں فرمایا تم امیر المؤمنین کے بیٹے تھے۔ اس لئے تمہارا لحاظ کیا۔ اور عبید اللہ نے کہا اے امیر المؤمنین ایسا کرنا آپ کے لائق نہیں۔ اگر مال کم ہو جاتا یا بالکل ضائع ہو جاتا تو ہم سے بھرا جاتا تو اصل رقم بمعہ منافع آپ کے کس طرح حوالہ کریں۔ فرمایا حوالہ کرو۔ عبد اللہ پھر خاموش رہے۔ اور عبید اللہ نے سوال و جواب کیا۔ مجلسیوں میں سے ایک شخص نے حضرت عمرؓ کو کہا اس کو مضاربت (منافع پر روپیہ دینا) کر دو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں نے اس کو مضاربت کر دیا۔ پس اصل پونجی اور نصف منافع حضرت عمرؓ نے لے لیا۔

اس روایت سے قرض دینے کی ممانعت نکلی۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ کیا سارے لشکر کو تمہاری طرح قرض دیا ہے؟ اس سے یہی مقصد تھا کہ سارے لشکر کو قرض دینا تو مشکل ہے۔ کیونکہ بیت المال کے اغراض و مقاصد غریبوں مسکینوں کی حاجت روائی اور سیاسیات وغیرہ کا انتظام فوت ہوتے ہیں۔ پس جب سب کو قرض دینا مشکل ہے تو کسی کو بھی جائز نہ رہا۔ اس کے علاوہ اگر غربت کی وجہ سے قرض لینا ہے تو اس کو ویسے دینے کا حکم ہے۔ قرض کا بوجھ اس بچارے پر کیوں ڈالا جائے۔ اگر قرض لینے والا ویسے بیت المال سے امداد کا مستحق نہیں تو بیگانی شے لینے کا کس طرح حقدار ہو سکتا ہے

پھر ابو موسیٰ اشعریؓ نے جس صورت سے قرض دیا تھا اس میں بیت المال کا صرف اتنا حرج تھا کہ عبد اللہ اور عبید اللہ کے مدینہ پہنچنے تک بیت المال سے یہ مال غائب رہے۔ سو یہ ہر صورت میں ہونا ہی تھا۔ کیونکہ اگر اور کسی کے ہاتھ بھیجتے تو بھی یہ مال اتنی مدت غائب رہتا بلکہ اس میں دو طرح سے نقصان تھا۔ ایک یہ کہ جس کے ہاتھ بھیجتے اس کو اجرت دینی پڑتی۔ دوسرے وہ مال اس کے پاس امانت ہوتا جو ضائع ہونے کی صورت میں اس کو ادا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قرض دینے کی صورت میں نہ اجرت دینی پڑی۔ نہ

ضائع ہونے کا خطرہ رہا مگر باوجود اس کے حضرت عمرؓ نے اس کو رد کر دیا۔ تو جو صورت سوال میں مذکور ہے وہ کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ اگر بالفرض مذکورہ بالا واقعہ سے جواز پر استدلال کیا جائے اور حضرت عمرؓ کے رد کرنے کو زیادت احتیاط پر محمول کیا جائے تو اس سے اس صورت میں جواز نکلے گا کہ دینا نہ دینے کی طرح ہو۔ مثلاً ایسے شخص کو دے جس سے واپسی فوراً ممکن ہو۔ اور کسی قسم کی رکاوٹ کا اندیشہ نہیں گویا روپیہ بیت المال میں پڑا ہے کسی کو نہیں دیا کیونکہ ابوموسیٰ رضہ والی صورت اسی قسم کی ہے۔ یعنی اس میں دینا نہ دینے کی طرح ہے۔ اگر قرض نہ دیتے تو بھی مال مدینہ تک پہنچنے تک کسی کے ہاتھ میں رہتا۔ اور ظاہر ہے کہ سوال کی صورت ایسی نہیں۔ پس وہ کسی طرح جائز نہیں۔

اعتراض ۔ اگر کہا جائے کہ بخاری شریف میں عمر رضہ کا بیت المال سے قرض لینا ثابت ہے تو اس کا

جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضہ کا بیت المال سے قرض لینا اس کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ حضرت عمر رضہ خلیفہ تھے۔ خلیفہ اپنی ضروریات بیت المال سے پوری کر سکتا ہے۔ انہوں نے تبرعاً بہ نیت ثواب، اپنے ذمے قرض سمجھ لیا۔ یہ ان کا بیت المال پر اور مسلمانوں پر احسان تھا۔ ورنہ ان کے ذمے حقیقت میں کوئی ضروری قرض نہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضہ جب خلیفہ ہوئے تو صاف کہا تھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرا تجارت کا پیشہ میرے اہل کے گذارہ کے لئے کافی تھا۔ اب میں مسلمانوں کے کام میں لگ گیا ہوں جس سے اپنے کام کے لئے مجھے فراغت نہیں۔ اس لئے اب میں اپنی ضروریات بیت المال سے پوری کروں گا (مشکوٰۃ باب رزق الولاۃ)

حضرت عمر رضہ کا اپنی ضروریات میں خرچ کیا ہوا مال اُن کے ذمہ قرض کس طرح ہو سکتا ہے۔

یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ تبرعاً قرض تھا۔

فتح الباری جزء ۱۳ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت کی کہ میرے دفن سے فارغ ہو کر اپنا سر دھونے سے پہلے آلِ عمرؓ کے مکانات سے اسّی ہزار درہم کی قیمت کے فروخت کر کے اُن کی قیمت بیت المال میں داخل کر دے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے پوچھا کہ اتنے درہم بیت المال سے کہاں خرچ کئے؟

حضرت عمر رضہ نے جواب دیا کہ حجوں میں اور جو حادثات مجھے پیش آتے رہے ان میں صرف کئے۔

حضرت عمرؓ کے اس جواب سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر رضہ نے یہ قرض لے کر کہاں خرچ کیا۔

ابن تین کہتے ہیں۔ عمر رضہ جانتے تھے کہ اس قرض کی ادائیگی ان کے ذمہ ضروری نہ تھی۔ کیونکہ حج کے انتظام

کے لئے امیر کا یا اس کے نائب کا جانا ضروری ہے جس کا بوجھ بیت المال پر ہے۔ اس طرح امیر کی ضروریات کا متکفل بھی بیت المال ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ پر اس وقت کی ادائیگی ضروری نہ تھی مگر حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اپنے عمل کا کوئی حصہ دنیا میں نہ لیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے اس کو تبرعاً یعنی زیادہ ثواب کی خاطر قرض بنا لیا تھا ورنہ حقیقتاً یہ قرض نہ تھا۔ جو لوگ اس طرح عشر جمع کرتے ہیں ان لوگوں کا عشر ادا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی

یعنی اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں اور ہر ایک شخص کے لئے وہی شے ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

صدقات کی غرض تو غریبوں کی امداد کرنا ہے نہ کہ اپنا ذاتی فائدہ۔ اس لئے جو عشر ذاتی فائدہ کے لئے جمع ہوگا وہ شرعاً عشر نہیں ہوگا اور نہ بیت المال کو شرعی بیت المال کہا جائے گا۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ
۶ صفر ۱۳۵۴ھ ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء

ٹھیکہ کاٹ کر عشر ادا کیا جائے گا؟

سوال: زید نے کچھ زمین ٹھیکہ پر لی ہے۔ کیا عشر ٹھیکہ ادا کر کے دیا جائے یا قبل۔ نہر کا معاملہ یا مال کا معاملہ عشر کے ادا کرنے سے پہلے پیداوار سے وضع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ٹھیکہ عشر ادا کرنے سے پہلے وضع کیا جائے اس کے بعد عشر نکالا جائے۔ اس طرح مال کا معاملہ نکال کر باقی غلہ سے عشر ادا کرے۔ نہر کا معاملہ الگ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ نہری زمین کو کنوئیں کے حکم میں سمجھنا چاہیئے۔ یعنی عشر کی بجائے نصف عشر یعنی بیسواں حصہ دے۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ۴ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

مزدور کی مزدوری کاٹ کر عشر دیا جائیگا یا نہیں؟

سوال: اگر زمیندار کاشتکاری کے لئے کچھ مزدوروں کو زمین پر لگا دے تو کیا ان کی مزدوری عشر سے وضع کر سکتا ہے اسی طرح باقی اخراجات وضع ہو سکتے ہیں؟

جواب: مزدور دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو کھیتی کے لئے لازمی ہیں۔ جیسے لوہار۔ ترکھان۔ ان کے بغیر تو کھیتی کا کام ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اکثر آلاتِ کشاورزی وغیرہ بنانے اور ان کے درست کرنے کی ضرورت رہتی ہے۔ ان کی اُجرت کو ایسا ہی سمجھنا چاہیے جیسے ہل یا جوا وغیرہ اُجرت دے کر بنائے یا جیسے بیل وغیرہ خریدے۔ یہ اشیاء چونکہ کھیتی میں داخل ہیں۔ عشر دینے کے وقت اُجرت نہ کاٹی جائے ان کے علاوہ دوسرے مزدوروں کی اُجرت کاٹی جا سکتی ہے دیگر اخراجات بھی جو کمین کو لازم ہیں نہ کاٹے جائیں۔ باقی کاٹ سکتے ہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ

چاہی اور بارانی غلہ ملا کر عشر ادا کرنا

سوال: اگر غلہ پچاس من ہو۔ جس میں بارانی بتیس من گندم اور چاہی اٹھارہ من ہو تو اس پر عشر کس طرح ہوگا اور کتنا ہوگا۔ نیز اس کے پاس پچیس من چنے بھی ہیں۔

جواب: ایک موسمی غلہ ملا لیا جائے خواہ چنے ہوں یا گندم یا جو چاہی ہوں یا بارانی۔ ان عشر نکالنے میں چاہی بارانی کا فرق ہے۔ بارانی کا دسواں اور چاہی کا بیسواں۔ اسی طرح بھیڑیں۔ بکریاں بھی نصاب میں ملائی جائیں گی۔ کیونکہ نصاب کے لحاظ سے سب ایک جنس ہیں۔ نیز حدیث میں غنم کا لفظ ہے۔ جو بھیڑ بکری دنبہ سب کو شامل ہے۔ اس طرح غلہ کی نسبت حدیث میں تصریح آئی ہے۔

ماسقت السّماء ففیه العشر الحدیث

یعنی جو جنس کھیتی بارش یا چشموں وغیرہ سے پرورش پائے یا زمین سے اپنی جڑوں کے ساتھ پانی کھینچ لے اس میں عشر ہے اور چاہی وغیرہ میں نصف عشر ہے۔ اس میں گندم۔ جو۔ چنے وغیرہ کو الگ الگ ذکر نہیں کیا بلکہ ما کے لفظ میں سب کو جمع کر دیا ہے۔ اس طرح جس حدیث میں نصاب پانچ وسق (بیس من) پختہ آیا ہے۔ اس میں بھی الگ نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نصاب کے لحاظ سے یہ سب جنسیں ایک ہیں، سب کو ملا کر نصاب پورا ہو جائے تو عشر دینا پڑے گا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

چکوتہ نکال کر عشر دیا جائیگا یا چکوتہ سمیت

سوال :۔ اگر زمین چکوتہ پر ہو اور اناج ۲۵ من ہو جائے تو چکوتہ نکال کر عشر ادا کیا جائے یا پوری جنس کا ادا ہوگا۔ اسی طرح کمیتوں کا خرچ الگ کر کے عشر ادا ہوگا یا اس کے سمیت ادا ہوگا۔

جواب ۔ کمیتوں کا خرچ الگ نہیں کیا جاتا جیسے نوکر یا آلات زرعی یا بیج وغیرہ الگ نہیں کیا جاتا البتہ زمین کا چکوتہ اُس وقت کے حساب سے نکال لیا جائے کیونکہ وہ اس کی آمد میں شامل نہیں ہاں نصاب میں چکوتہ کے دانے شامل ہوں گے اور حساب عشر میں دانے الگ کر لئے جائیں گے۔ان کا عشر ان کا مالک دے گا۔ بٹائی کا بھی یہی حکم ہے۔ حدیث میں چارپاؤں کی نسبت آیا ہے کہ ان سے مشترکہ طور پر زکوٰۃ وصول کرنی چاہیے اور شریک اپنا حساب ٹھیک کرلیں۔ سو غلّہ کی نسبت بھی اس طرح ہونا چاہیئے خواہ چکوتہ ہو یا بٹائی مگر مالک زمین راضی نہ ہو تو یہ اپنے حصہ کا دے دے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۹ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ ۸ جولائی ۱۹۳۸ء

کیا غلّہ میں زائد عن الحاجت پر زکوٰۃ ہے

سوال ۔ دراہم دنانیر کی صورت میں شریعت نے زائد عن الحاجت پر زکوٰۃ رکھی ہے۔ اور ضرورت انسانی کا اس قدر لحاظ کیا ہے کہ زائد عن الحاجت پر تا وقتیکہ سال کامل نہ گزر جائے زکوٰۃ نہیں۔ اگر سال کے آخر میں بھی ضروریات میں صرف ہو کر نصاب شریعت سے کم ہو جائے تو کوئی زکوٰۃ نہیں اس طرح غنم بقر وغیرہ بھی سال کے اندر نصاب مقررہ سے کم ہو جائیں تو زکوٰۃ معاف ہے۔ اس طرح عشر بھی انسان اور ان کی ضروریات اہل وعیال کی خوراک سے زائد پر ہونا چاہیئے۔ ایک شخص کے ہاں دس نفوس کھانے والے ہیں۔ اور وہ زراعت کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر ان کا خرچ بیس سیر فی نفر لگایا جائے تو بھی سال بھر کے لئے ساٹھ من غلّہ چاہیے اور اس کے مالکان اراضی کا حصہ دے کر و دیگر اخراجات مزارع ادا کرنے کے بعد پانچ وسق غلّہ بچا جو مذکورہ بالا حساب سے صرف دو آدمیوں کی خوراک ہے۔ اب وہ باقی نفوس کی روزی کا فکر کرے یا عشر دے۔ چند روز بعد وہ مستحق زکوٰۃ بن

جائے گا اور ہمسایہ قوم ہندو سے اناج سودی لے کر کھائے گا۔ کیا اس کو اس حال پر عشر فرض ہے؟

محمد از ککس گاماں ڈاکخانہ کنگن پور ضلع لاہور

جواب :۔ آپ کو معلوم ہے کہ بارانی کا دسواں حصہ ہے اور چاہی کا بیسواں حصہ ہے۔ اگر اس کے پاس ہے پانچ وسق (بیس من پختہ) غلہ ہو۔ تو آپ کے خیال میں یہ صرف دو آدمیوں کی خوراک ہے باقی نفوس کی خوراک اور دیگر ضروریات کا انتظام وہ دوسری جگہ سے کرے گا۔ اگر دسواں حصہ ـــــــ نصف وسق یا بیسواں حصہ ربع وسق الگ کر دے تو کیا یہ کمی دوسری جگہ سے پوری نہیں ہو سکتی۔ خدا نے اپنا حصہ رکھا ہی اتنا ہے کہ نہ اس کے نکالنے میں کوئی ایسی دقت ہے اور نہ اس کے رکھنے میں کوئی بوجھ ہلکا ہو سکتا ہے۔ صرف ایک خیال ہے کہ عشر نہ دیا جائے تو ضرورت پوری ہو جائے گی۔ ورنہ نصف وسق (دو من پختہ) یا ربع وسق (ایک من پختہ) سال یا چھ ماہ بعد کس گنتی میں ہے۔ رہا آپ کا یہ کہنا کہ شریعت نے زائد عن الحاجت پر زکوٰۃ رکھی ہے تو یہ بے شک ٹھیک ہے مگر سب جگہ اس کی ایک صورت نہیں۔ دیکھئے! سونے اور چاندی بکریوں وغیرہ میں ہر سال زکوٰۃ ہے لیکن غلہ میں صرف زمین سے نکلنے کے وقت ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وآتوحقه یوم حصاده۔ یعنی کاٹنے کے وقت اس کا حق ادا کرو۔ اس کے بعد خواہ کتنے سال گذر جائیں غلہ پر زکوٰۃ نہیں۔ اصل میں آپ نے غور نہیں کیا کہ سونا چاندی خدا نے بیع شراء کا ذریعہ بنایا ہے اس سے دوسری شے کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اگر ہر وقت رقم ہاتھ میں آنے سے زکوٰۃ ضروری ہوتی تو تجارت کا سلسلہ ہی بند ہو جاتا۔ اس لئے شریعت نے سال کی میعاد رکھ دی۔ جس میں تجارت کے لئے چار فصل آتے ہیں۔ اور بکریاں وغیرہ بھی ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ ان میں بھی یہ صورت نہیں بنتی کہ جب ہاتھ میں آئیں زکوٰۃ دے دی جائے۔ اس لئے ان کے لئے بھی سال کی میعاد مقرر کر دی جس میں ان کی نسل بڑھ کر منافع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور غلہ کی میعاد چونکہ قدرتی ہے یعنی وہ زمین سے نکلتا ہی سال یا چھ ماہ بعد ہے۔ بلکہ ہر قسم کے غلہ کا موسم سال بعد آتا ہے اس لئے اس کی کٹائی کا وقت دن رکھ دیا۔ اس کے بعد غلہ چونکہ براہ راست انسان کی غذا ہے۔ اور پڑا ہوا بڑھتا نہیں۔ اس لئے خواہ کئی سال گزر جائیں۔ دوبارہ اس پر کچھ نہیں۔ سونا چاندی چونکہ بیع شراء کے لئے ہے۔ رکھنے کی شے نہیں۔ اس لئے اگر کوئی رکھے تو اس کی رعایت نہیں کی گئی بلکہ دوبارہ اس پر زکوٰۃ لگا دی۔ باقی رہے حیوانات تو ان میں قدرتی طور پر زیادتی رہتی ہے۔ اس لئے ان پر بھی دوبارہ زکوٰۃ لگ جاتی ہے۔ مگر یہ

تفصیل تجارتی[1] مال کے ضمن میں ہے۔ تجارتی مال خواہ غلہ ہی ہو۔ اس کا حکم غلہ کا نہیں ہوگا کیونکہ وہ کھانے کی غرض سے نہیں رکھا گیا بلکہ منافع کی غرض سے رکھا گیا ہے پس وہ تجارتی مال کے حکم میں ہے۔ جس پر اکثر سال کے بعد اور بعض دفعہ زیادہ مدت کے بعد زکوٰۃ پڑجاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ احکام شرعیہ بڑے اسرار و حکم پر مبنی ہیں۔ اور ان کی اساس نہایت استوار اور مضبوط ہے اگر کسی کی رسائی وہاں تک تھوڑی بہت ہو جائے تو فضل الٰہی سمجھے ورنہ جاننے والے کی طرف سونپ دے اور خواہ مخواہ شبہات میں نہ پڑے۔ خدا اس سے بچائے اور ایمان کی پختگی کے ساتھ خاتمہ کرے۔ آمین۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ

۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۹ اگست ۱۹۳۸ء

کثیر العیال اور قلیل العیال کے لئے عشر کا نصاب ایک ہے

سوال:۔ بعض انسان دنیا میں کثیر العیال ہیں۔ اور بعض قلیل العیال شریعت نے سب کے لئے ایک ہی نصاب پانچ وسق مقرر کیا ہے یہ فرق کیوں ہے؟

جواب:۔ اس کا جواب قرآن مجید نے دے دیا ہے۔

وبلوناهم بالحسنات والسيئات لعلهم يرجعون

یعنی ہم ان کو نعمتوں اور مصیبتوں سے آزماتے ہیں تاکہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

مہر مؤجل میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال:۔ مہر مؤجل جو ابھی ادا نہیں کیا گیا۔ اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو زکوٰۃ کس کے ذمہ

---

[1] تجارتی مال وہ ہے جس کی خرید و فروخت تجارت کی غرض سے ہو۔ اگر کھانے کی غرض سے غلہ خریدے یا گھر کی پیداوار ہو۔ اس کو کسی وقت بلا ضرورت یا ضرورت کی وجہ سے فروخت کر دے تو خواہ سال بعد میں فروخت کرے وہ تجارتی مال نہیں۔ نہ اس میں زکوٰۃ ہے۔

ہے۔ عورت کے ذمہ ہے یا مرد کے ذمہ ہے۔ مہر موجل دین ہے یا نہیں۔ دین کی تعریف میں قبضہ شرط ہے یا نہیں۔ اگر کسی شخص نے کسی سے کچھ مال کا وعدہ کر لیا تو صرف وعدہ کرنے سے وہ مال دین کے تحت داخل ہے یا نہیں؟

جواب :۔ وعدہ کسی شے کا دین نہیں۔ اگرچہ ایفاء اس کا ضروری ہے لیکن کوئی شے اُس نے نہیں دی جس کی وجہ سے اُس کا حق اُس کے ذمہ ثابت ہو گیا ہو۔ اور دین میں لین دین شرط ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی اور مہر موجل بھی دین کے حکم میں ہے کیونکہ مہر بضعہ کے عوض ہے اور عقود کی قسم سے ہے اگر خاوند مہر دے سکتا ہے۔ عورت دیدہ و دانستہ مطالبہ نہیں کرتی تو عورت ہر سال اس کی زکوٰۃ دے کیونکہ یہ ایسا ہے گویا اس کے پاس ہے اگر وصول نہیں ہوتا۔ خواہ اس وجہ سے کہ خاوند تنگدست ہے یا اس وجہ سے کہ خاوند دیتا نہیں تو اس کی زکوٰۃ عورت اُس وقت دے جب وصول ہو۔ اور اس صورت میں عورت ایک سال کی زکوٰۃ دے گی۔ کیونکہ عموماً بڑی رقم کے اُدھار میں ایک سال کی مہلت میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ چاروں فصل آجاتے ہیں۔ جن میں کوشش کرنے والے کے لئے کوئی نہ کوئی موقعہ ادھار اتارنے کا مل جاتا ہے۔ اور امام مالکؒ کہتے ہیں۔ جب وصول ہو اُس وقت ایک سال کی زکوٰۃ دیدے چنانچہ موطاء میں باب الزکوٰۃ فی الدین میں ہے۔ ظاہر ان کا قول عام معلوم ہوتا ہے کہ خواہ مل سکے یا نہ۔ دونوں صورتوں میں ایک ہی سال کی زکوٰۃ دے۔ مگر عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے جو اس باب میں منقول ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں صورتوں میں فرق ہے۔ اور وہ قول یہ ہے۔

ان عمر بن عبد العزیز کتب فی مال قبضہ بعض الولاۃ ظلما یامر بردہ الی اھلہ وتوخذ زکوتہ لما مضی من السنین ثم عقب بعد ذالک بکتاب الا توخذ منہ الا زکوۃ واحدۃ فانہ کان ضمارا۔

یعنی عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک مال کی بابت لکھا جس کو بعض حکام نے ظلم سے چھین لیا تھا کہ مالکوں کو واپس دیا جائے۔ اور گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ وصول کی جائے پھر لکھا کہ گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہ لی جائے مگر ایک ایک سال کی زکوٰۃ کیونکہ یہ مال ضمار تھا۔ یعنی اس کے ملنے کی اُمید نہ تھی۔

اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مال مل سکتا ہے مگر اپنی مرضی سے چھوڑ رکھا ہے تو ہر سال کی زکوٰۃ دے ورنہ ایک سال کی۔

اس کے علاوہ اسقاط زکوٰۃ کا لوگ بہانہ بنا لیتے ہیں۔ جیسے بیوی خاوند کو قرض دے دے یا خاوند بیوی کو دے دے یا کسی اور قابلِ اعتماد آدمی کو مثلاً چھ چھ ماہ اسی طرح کرتے رہے نہ اس کے ذمہ زکوٰۃ ہے خواہ اس طرح کئی سال گزر جائیں زکوٰۃ نہیں پڑے گی۔ سو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ زکوٰۃ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے۔

مقروض پر زکوٰۃ کا مسئلہ

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ مقروض پر زکوٰۃ نہیں پڑتی جس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ لینے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ یہ مال ضمار ہے۔ اگر مقروض پر زکوٰۃ ہوتی تو یہ کہنا فضول تھا۔ دوسری وجہ یہ کہ زکوٰۃ مالک پر ہوتی ہے اور مقروض قرض کا مالک نہیں۔ ہاں اس کے ذمہ قرضخواہ کے حق کی ادائیگی ہے سو اس کی سستی میں گنہگار ہوگا۔ اور بے زکوٰتی مال زکوٰتی مال کو اس وقت ہلاک کر سکتا ہے۔ جب مقروض کے پاس کی کوئی شے قرضخواہ کا مال ہو سو یہ کسی کا مذہب نہیں کیونکہ قرض ذمہ ہوتا ہے۔ نہ اس مال پر جو مقروض کے پاس ہے۔ اگر بالفرض مقروض کے پاس کوئی شے نہ ہو تو بھی قرض ذمہ رہے گا۔ اور اس کو حکم ہوگا کہ کمائی کر کے ادا کرے اور اگر مقروض کے پاس مال موجود ہے اور اس مال سے قرض ادا نہ کرے بلکہ کسی سے اُدھار لے کر دے دے یا نئی کمائی کر کے دیدے تو بھی قرض ادا ہو جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ حدیث زکوٰتی مال بے زکوٰۃ[1] مال کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مقروض سے بالکل تعلق نہیں رکھتی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

مزارع جو بٹائی پر زراعت کرتا ہے اُس پر بھی عشر ہے

سوال:۔ عشر مالک زمین پر ہے یا جو بھی حصہ وغیرہ پر زراعت کرتا ہے وہ بھی عشر ادا کرنے کا مستحق ہے۔

جواب:۔ عشر کے لئے مالک زمین کی شرط نہیں بلکہ ہر زراعت کرنے والے پر عشر ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۔ یعنی جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اس سے خرچ کرو۔

[1] بے زکوٰتی وہ مال ہے جس سے زکوٰۃ ذمہ رہ جائے۔ زکوٰتی مال وہ ہے جس میں زکوٰۃ پڑتی ہو۔

اور حدیث میں ہے۔

فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر۔

یعنی جس کھیتی کو آسمان یا چشمے پانی پلائیں یا خود زمین کی رگوں سے پانی پیئے اس میں عشر ہے اور جس کو اونٹوں وغیرہ سے پانی پلایا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

اس آیت و حدیث میں زمین کی آمد پر عشر یا نصف عشر تبلایا ہے اور اسی سے خرچ کا حکم دیا ہے ملک یا غیر ملک کی کوئی شرط نہیں۔ اور نصاب کے اندازہ میں مالک زمین اور مزارع دونوں کے حصے شامل ہوں گے۔ اگر مجموعہ نصاب کو پہنچ جائے تو دونوں پر عشر ہوگا۔ خواہ اکیلے اکیلے کا حصہ نصاب سے کم ہو۔ چنانچہ حدیث میں بکریوں وغیرہ کی بابت تصریح آئی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

خراجی زمین میں عشر کا مسئلہ

سوال :۔ کیا خراجی زمین میں عشر ہے۔

جواب :۔ عشر اور خراج جمع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ خراج زمین کی ذات پر ہے اور عشر اس کی پیداوار پر ہے۔ جب ان کا محل الگ الگ ہے تو جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ اور جمع نہ ہونے کی بابت جو روایت ذکر کی جاتی ہے وہ ثابت نہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی نے اپنے فتاویٰ میں اس پر بہت بحث کی ہے مگر اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جس خراج کی بابت بعض کا خیال ہے کہ وہ عشر کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ وہ اسلامی خراج ہے جو حکومت اسلامی لیتی ہے۔ حکومتوں کے مروجہ معاملہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ انکم ٹیکس کے حکم میں ہے۔ جیسے اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔ ایسے ہی حکومتوں کے موجودہ معاملہ سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ اس پر بھی مولانا موصوف نے اپنے فتوے میں کافی بحث کی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

عشر کا سال کے بعد پڑتا یا ہر فصل پر

سوال :- عشر سال کے بعد پڑتا ہے یا ہر فصل پر۔

جواب :- عشر سال کے بعد نہیں بلکہ ہر فصل پر ہے۔ قرآن مجید میں ہے وآتوا حقه یوم حصادہ یعنی کھیتی کاٹنے کے دن اس کا حق دو۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

لوہار ترکھان کی آمدن پر بھی عشر ہے ؟

سوال :- کیا لوہار ترکھان وغیرہم اگر اپنی آمدن سے نصاب کو پہنچ جائیں تو ان پر عشر ہے یا نہیں ؟

جواب :- لوہار ترکھان وغیرہ کو جو دانے ملتے ہیں وہ ان کی زراعت کی آمدن نہیں خواہ نصاب کو پہنچے یا نہ۔ عشر زمین کی ہر پیداوار پر ہے۔ خضراوات (سبزی ترکاری) پر نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

دکان کے مال کی زکوٰۃ

سوال :- دکان میں جو مال اور ادویات رکھی جاتی ہیں۔ اس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- مال تجارت پر زکوٰۃ ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

یا ایہا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم۔

یعنی جو تم نے کمائی کی ہے اس پاکیزہ سے خرچ کرو کسب میں۔

دستکاری، بیع شرا، وداخل سب ہے۔ اور اس مسئلہ پر اجماع ہے۔ خازن کی عبارت میں داؤد ظاہری کا جو کچھ خلاف ذکر کیا ہے وہ صرف اس بات میں ہے کہ سامان کے مالک ہونے کے وقت تجارت کی نیت نہ تھی۔ اس کے بعد اس میں تجارت کا ارادہ ہوگیا۔ اور اس کی فروخت شروع کر دی تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ اور اگر مالک ہونے کے وقت تجارت کی نیت سے خریدا ہے۔ جیسے عام طور پر تاجر پیشہ یا دکاندار خریدتے ہیں تو اسی نیت سے خریدتے ہیں۔ تو اس میں وجوب زکوٰۃ سے داؤد ظاہری کو بھی انکار نہیں۔ پس اس میں

بالاجماع زکوٰۃ ہے۔ اس کے علاوہ جب حدیث میں آگیا کہ مال تجارت میں زکوٰۃ ہے خواہ مالک ہونے کے وقت نیت تجارت ہو یا نہ ہو تو پھر کسی کی مخالفت نقصان نہیں دیتی۔

مال تجارت سے زکوٰۃ ادا کرنے کا طریق

یہ ہے کہ سال کے بعد جتنا مال دکان میں ہے اس کی قیمت اور اس کے ساتھ موجودہ نقدی کو بھی شامل کرکے سب کا چالیسواں حصہ ادا کردے مگر یہ اس وقت ہے جب مال کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہے چنانچہ عموماً تجارت میں مال آتا رہتا ہے اور نکلتا رہتا ہے اور روپیہ پیسے بار بار مال کی خرید میں خرچ ہوتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی شے ہو جو یک لخت خریدلی اور بدستور پڑی رہی اور مدت تک فروخت نہ ہوئی تو اس پر فروخت کے بعد صرف ایک سال کی زکوٰۃ پڑے گی خواہ کئی سال کے بعد فروخت ہو چنانچہ موطاء امام مالک وغیرہ میں اس کی تفصیل ہے۔

کارخانہ یا مشین پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال:۔ کارخانہ یا مشین پر زکوٰۃ ہے؟

جواب:۔ کارخانہ یا مشین جس میں مال تیار ہو کر نکلتا ہے اس کی قیمت مال تجارت میں نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ ذریعہ کسب ہے جیسے اوزار ہوتے ہیں۔ پس اس میں صرف مال تیار شدہ اور غیر تیار شدہ کی قیمت لگائی جائے گی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

مکان۔ لاریاں۔ ٹرک پر زکوٰۃ

سوال:۔ مکان۔ لاریاں اور ٹرک کرایہ پر چلتے ہیں۔ ان کی مالیت ہزار ہا روپیہ ہوتی ہے۔ ان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں۔

عبدالمجید از قصور

جواب۔ قرآن مجید میں ہے۔ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ (پ۱۶)

ؔ ابوداؤد میں ہے عن سمرۃ کان یامرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نخرج الزکوٰۃ مما نعد للبیع۔

یعنی جس کشتی کو خضر علیہ السلام نے عیب دار کیا وہ ان مساکین کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے۔
کشتی کافی مالیت کی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کشتی کے مالکوں کو مساکین فرمایا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ آمدنی تھوڑی تھی جو گذر اوقات کے لئے کافی نہ تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ کمائی کے ذرائع کارخانہ، مکان۔ لاریاں اور آلات وغیرہ کی مالیت خواہ کتنی بھی ہو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ ہاں ان کی آمدنی نصاب کو پہنچ کر اس پر سال گذر جائے تو اس آمدنی پر زکوٰۃ ہے۔
اور اگر ان آلات اور ذرائع کی تجارت کی جائے۔ مثلاً لاریوں، ٹرکوں اور کارخانوں کی خرید و فروخت کی جائے تو پھر یہ مال تجارت سمجھا جائے گا۔ اور اس کی مالیت پر زکوٰۃ ہوگی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی لاہور
۷ شعبان ۱۳۷۹ھ

زکوٰۃ کے روپیہ سے مذہبی اخبار خریدنا

سوال:۔ زکوٰۃ کے روپے اخبار تنظیم اہلحدیث کے چندہ میں خرچ کئے جاسکتے ہیں۔

جواب:۔ اگر اخبار تنظیم اہلحدیث اپنے نام جاری کرانا چاہتے ہیں تو زکوٰۃ سے جاری نہیں کرا سکتے کیونکہ اس طرح زکوٰۃ گھر میں رہتی ہے۔ اگر دوسرے کے نام جاری کرانا چاہتے ہیں تو اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کی مرضی سے جاری ہوسکتا ہے۔ ابوداؤد کتاب الخراج میں ہے کہ معاذ نے یمن کے عشر میں یمنی کپڑوں کے کچھ جوڑے لینے منظور کر لئے۔ اور فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور تمہیں ان کی ادائیگی میں سہولت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مستحق زکوٰۃ اپنے مناسب حال کوئی شے منظور کرے تو اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ معاذ چونکہ نائب عام تھے۔ اس لئے ان کی منظوری مستحقین زکوٰۃ کی منظوری کے قائم مقام ہے اور اگر مال زکوٰۃ سے اخبار خرید کر وقف کرنا چاہتے ہیں تو یہ ایسا ہے جیسے مسجد وغیرہ پر مال زکوٰۃ صرف کریں۔ اس میں اختلاف ہے کہ زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہ۔ زکوٰۃ فرض ہے اس کو شبہ کے ساتھ ادا کرنا ٹھیک نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی
۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۴ جون ۱۹۳۸ء

اشاعت کتب پر زکوٰۃ صرف کرنا

سوال :- ایک مولوی صاحب لوگوں سے ہزاروں روپیہ زکوٰۃ لے کر ایک کتاب تالیف و طبع کر کے مفت تقسیم کرتے ہیں، عام متمول لوگوں کو اور کچھ تھوڑی سی غرباء کو بھی۔ کیا امیر لوگ وہ کتاب مفت لے سکتے ہیں؟ اور کیا زکوٰۃ کا یہ مصرف صحیح ہے؟

جواب :- زکوٰۃ کے مصارف میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حج و عمرہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ صورت مسئولہ فی سبیل اللہ میں داخل نہیں کیونکہ اگر وہ کتاب بطور وقف اغنیاء کو دی جاتی ہے تو زکوٰۃ کا وقف کرنا ثابت نہیں اور اگر بطور ملک اغنیاء کو دی جاتی ہے تو غنی کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں۔ بہرحال صورت مسئولہ جائز نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی لاہور جامعہ اہلحدیث

سید کے لئے زکوٰۃ

سوال :- ایک سید جو نہایت ہی غریب اور مفلس ہے زکوٰۃ کی رقم سے اس کی امداد ہو سکتی ہے۔

جواب :- احادیث میں تو یہی آیا ہے کہ اہل بیت کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں۔ متاخرین علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ چونکہ خمس وغیرہ سے اہل بیت کے وظیفے مقرر تھے اس لئے ان کے لئے زکوٰۃ جائز نہ تھی۔ اب مجبوری کی وجہ سے جائز ہو سکتی ہے لیکن یہ فتویٰ ایک رائے ہے اس لئے تسلی نہیں۔ ہاں کوئی زیادہ ہی مجبور ہو جو اضطراری حالت تک پہنچ چکا ہے۔ خود کما نہیں سکتا۔ اور بچے چھوٹے ہیں یا کسی وجہ سے مجبور ہیں تو ایسے حال میں کچھ گنجائش نکل سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے گرفت نہ ہو لیکن پھر بھی جہاں تک پرہیز ہو سکے اچھا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی جامعہ اہلحدیث لاہور

۷ شعبان ۱۳۹۳ھ ۔ ۳ جنوری ۱۹۷۳ء

حکومت کی طرف سے ضبط شدہ رقم جو کئی سال کے بعد وصول ہوئی اس پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال :- میرا قریباً تین لاکھ روپیہ ایک بنک میں جمع ہے۔ قیام مارشل لاء تک میں باقاعدہ اس کی

زکوٰۃ ادا کرتا رہا لیکن جب پاکستان میں مارشل لا نافذ ہوا تو کسی نے میرے خلاف اس رقم کے متعلق درخواست دائر کر دی کہ اس نے میری اتنی رقم دھوکہ سے اپنے نام جمع کروالی ہے۔ اصل میں وہ اس رقم کا جائز مالک نہیں، یہ مقدمہ تین سال تک چلتا رہا۔ دوران مقدمہ زکوٰۃ ادا نہیں کی جولائی ۱۹۶۳ء میں میرے حق میں فیصلہ ہوگیا۔

اب سوال یہ ہے کہ میرے ذمہ گذشتہ چار سال کی زکوٰۃ ہے یا صرف ایک سال کی جب سے اس کا مجھے جائز مالک قرار دیا گیا ہے۔

جواب:۔ اس قسم کے مال کو مال ضمار کہتے ہیں۔ جو انسان کی ملک میں ہو لیکن اس پر قبضہ نہ ہو۔ یعنی اس میں تصرف کی قدرت نہ ہو۔ جیسے صورت مسئولہ یا وہ قرض جو وصول نہیں ہوتا ہے۔ ایسے اموال کے متعلق عمر بن عبدالعزیز رح وغیرہ کا فیصلہ یہ ہے کہ صرف ایک سال کی زکوٰۃ ہے جب کہ وصول ہو خواہ کتنی سال گذر جائیں۔ موطا امام مالک مع زرقانی

عبداللہ امرتسری روپڑی حال جامعہ اہلحدیث لاہور
۱۷ شعبان ۱۳۹۳ھ ۳ جنوری ۱۹۶۴ء

مقروض پر زکوٰۃ

سوال:۔ جو شخص مقروض ہو۔ کیا اس پر زکوٰۃ ہے۔

جواب:۔ اگر اور جائداد ہو جس سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو زکوٰۃ دینی پڑے گی ورنہ نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

زیور میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال:۔ زیور کی زکوٰۃ کس طرح دی جائے۔ آیا زیور کی قیمت بہ شرح وقت معلوم کرکے اس کا چالیسواں حصہ ادا کیا جائے؟

جواب:۔ زیور کی زکوٰۃ جس طرح چاہے ادا کرے خواہ وزن کے لحاظ سے چالیسواں حصہ دے خواہ موجودہ نرخ پر اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ دے دے شرعاً اس میں کوئی فرق نہیں۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

دو حصوں میں تقسیم شدہ سونے کی زکوۃ کا مسئلہ

سوال :۔ زید کے پاس گیارہ تولہ سونا تھا۔ اس سے زید نے سات تولہ اپنی بیوی کو بصورت زیور مہر میں دے دیا۔ اب چار تولہ زید کے پاس ہے۔ سوال یہ ہے کہ سات تولہ عورت کی ملکیت ہے اور چار تولہ زید کی۔ کیا اب یہ سونا ایک ہی عورت کے استعمال میں آنے کی وجہ سے گیارہ تولہ کی زکوۃ ادا کرنی پڑے گی یا ملکیت کا اعتبار ہوگا۔

محمد ابراہیم

جواب :۔ بیوی کی ملک اور خاوند کی ملک میں جیسا سونا ہے وہ علیحدہ علیحدہ پورا نصاب نہیں۔ اس لئے کسی پر زکوۃ نہیں۔ ہاں اشتراک کی صورت مال تجارت یا بکریاں وغیرہ اکٹھی ہوتی ہیں۔ ایک چرواہا ہوتا ہے اکٹھی چرتی ہیں۔ اس صورت میں نصاب مشترک شریعت میں معتبر ہے۔ لیکن صورت مسئولہ میں سونا علیحدہ علیحدہ ہوکر اپنی اپنی ملکیت ہے اس لئے زکوۃ نہیں۔ ہاں اگر صورت مسئولہ میں سونا آپس میں تقسیم نہیں کیا گیا تو پھر گیارہ تولہ کی زکوۃ دینی چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۰ رجب ۱۳۹۳ھ ۶ دسمبر ۱۹۷۳ء

زیور کپڑے وغیرہ کی زکوۃ کا حکم

سوال :۔ ایک زیور غیر مستعمل ہے۔ اور ایک مستعمل یا ایک کبھی کبھی پہنا جاتا ہے اور ایک سال بھر پہنا جاتا ہے یا سال کا اکثر حصہ پہنا جاتا ہے اس میں زکوۃ ہے نیز کپڑا بنا ہوا اور سوت پر زکوۃ ہے۔؟

جواب :۔ زکوۃ زیور کے متعلق چند احادیث آئی ہیں۔ لیکن ان میں کچھ کلام ہے۔ اس لئے زیور میں زکوۃ فرض نہیں کہی جاسکتی۔ البتہ احتیاط دینے میں ہے تاکہ شک وشبہ نہ رہے۔ ہاں جو زیور اکثر رکھا جاتا ہے اور شاذ و نادر پہنا جاتا ہے تو ایسے زیور کی زکوۃ ضرور دینی چاہیئے کیونکہ وہ خزانہ کا حکم رکھتا ہے۔ ایسے پہننے کا اعتبار نہیں۔ اگر اکثر پہنا جاتا ہے یا پہننا اور نہ پہننا دونوں کا قریبا برابر وقت ہے تو یہ پہننے میں شامل ہو سکتا ہے۔

مال تجارت سے زکوۃ نکالنے کی صورت :۔ سونا اور چاندی کے علاوہ باقی اسباب پر زکوۃ نہیں

ہاں تجارتی ہو تو اس پر زکوٰۃ ہے جس کی صورت یہ ہے کہ سال کے بعد دکان میں جتنا مال ہوگا اس کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دے دے۔ اس طرح ہر سال کرے۔ کیونکہ دکان میں ہر وقت مال آتا رہتا ہے اور نکلتا رہتا ہے تو اکیلی اکیلی شے پر الگ الگ سال کی صورت پیدا نہیں ہوتی اور اگر کوئی شے سال تک رہے تو اس کا الگ حساب مشکل ہے۔ اس لئے دکان کی مجموعی حالت کا لحاظ ہوگا۔ اور اگر تجارتی مال اس طرح کا ہے کہ اکٹھا خریدا ہے پھر وہ سال تک فروخت نہیں ہوا تو وہ جب فروخت ہوگا اس وقت اس پر زکوٰۃ پڑے گی۔ اور زکوٰۃ بھی ایک ہی سال کی پڑے گی۔ خواہ کئی سالوں کے بعد فروخت ہو کیونکہ تجارتی مال پر زکوٰۃ اس لئے پڑتی ہے کہ بوجہ بکری کے وہ سونے چاندی کے حکم میں ہو جاتا ہے یعنی ہر وقت اس کے پیسے بنتے رہتے ہیں۔ اس لئے وہ پیسوں کے حکم میں ہو کر سال کے بعد اس پر زکوٰۃ پڑ جاتی ہے۔ اور جس شے کے کئی سالوں تک پیسے نہیں بنتے۔ اس کے درمیانے سالوں کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ صرف یہی سال لیا جائے گا۔ جس میں یہ فروخت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس قرضہ کے ملنے کی امید نہ ہو اگر وہ کئی سالوں کے بعد مل جائے تو اس پر بھی ایک ہی سال کی زکوٰۃ ہے کیونکہ جب اس کو مایوسی ہو گئی تو گویا درمیانے سالوں میں وہ اس کے لئے روپے پیسے ہی نہیں رہا۔

بھولی ہوئی رقم پر زکوٰۃ

اسی طرح کسی جگہ روپے پیسے رکھ کر بھول گیا۔ اور کئی سالوں تک پتہ نہ چلا تو ان کا بھی یہی حکم ہے غرض اس قسم کے مال کو حصار و غائب مال کہتے ہیں جس کا ذکر موطا امام مالک وغیرہ میں ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ ۲۸ جون ۱۹۴۰ء

کماد پر زکوٰۃ کا حکم

سوال:۔ پونڈا (پونا)، کماد اکثر ایک ایک گنا فروخت ہوتا ہے۔ دوسرا کماد بھی زمیندار لوگ چارہ وغیرہ کے لئے کھیت میں فروخت کر دیتے ہیں۔ کچھ خود چارہ کی صورت میں استعمال کر لیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔ کماد کا نصاب کتنا ہے۔؟

جواب:۔ کماد کھیت میں چارہ کے لئے فروخت کر دیا جائے تو اس پر عشر نہیں۔ سبزی کے حکم میں ہے۔ اگر خود چرا دیا جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ وہ گڑ شکر بنانے کے

قابل نہ ہوا ہو۔ اگر کماد گڑ شکر بنانے کے قابل ہو چکا ہے تو اب خواہ فروخت کرے یا خود چرائے اس پر عشر پڑ جائے گا۔ اس صورت میں اندازہ لگایا جائے کہ اس سے کتنا گڑ شکر نکلے گا۔ اسی اندازہ سے عشر دیا جائے مثلاً اگر گڑ شکر کا اندازہ پانچ وسق (۲۰ من پختہ) ہے تو بیس من کی قیمت کا دسواں یا بیسواں حصہ دیا جائے پونڈا کماد میں یہ شرط نہیں۔ کیونکہ اس سے اصل مقصد گڑ شکر بنانا نہیں ہوتا وہ بہرحال سبزی کے حکم میں رہے گا۔ ہاں اگر اس کا کوئی شخص گڑ شکر بنائے تو پھر عشر پڑ جائے گا۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

عشر سے مستثنیٰ جنس

سوال :۔ پیداوار اراضی زرعی سے کون کونسی چیزیں مستثنیٰ ہیں۔

جواب :۔ حدیث میں ہے لیس فی الخضروات صدقۃ۔ یعنی سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبزیوں کے علاوہ باقی سب چیزوں میں زکوٰۃ ہے۔

کپاس

کپاس بھی سب چیزوں میں شامل ہے۔ کپاس کا حدیث میں الگ ذکر بھی آیا ہے۔ (ابوداؤد باب الخراج) کپاس کا عشر دیا جائے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

وقف زمین میں عشر کا مسئلہ

سوال :۔ اراضی موقوفہ خصوصاً اراضی موقوفہ المسجد میں عشر ہے یا نہیں؟

جواب :۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر علی الصدقۃ فقیل منع ابن جمیل وخالد بن الولید والعباس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ینقم ابن جمیل الا انہ کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ واما خالد فانکم تظلمون خالدا فقد حبس ادراعہ واعتدہ فی سبیل اللہ واما العباس فھی علی ومثلھا معھا ثم قال یا عمر اما شعرت

ان عم الرجل صنو ابیہ۔ متفق علیہ۔

یعنی حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو صدقہ پر عامل بنا کر بھیجا۔ کہا گیا ابن جمیلؓ، خالد بن ولیدؓ اور عباسؓ نے صدقہ ادا نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن جمیلؓ نے تو یہی عیب پکڑا ہے کہ خدا اور رسول نے اس کو غنیمتوں کے مال سے اغنی کر دیا۔ اور خالد پر تم خواہ مخواہ ظلم کرتے ہو۔ اس نے تو اپنی زرہیں اور سامانِ جنگ گھوڑے اونٹ وغیرہ کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا ہے اور عباس رضہ کا اور اس کی مثل میرے ذمہ ہے (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ وقف میں صدقہ نہیں۔ اگرچہ یہاں سامانِ جنگ کا ذکر ہے مگر وجہ آپ نے یہ بتائی ہے کہ وہ وقف ہے پس معلوم ہوا کہ وقف مانع صدقہ ہے۔ پس زمین بھی اس کے تحت آ گئی۔ نیز حضرت عمرؓ نے خیبر میں جو زمین وقف کی تھی اس کی آمد کے مصارف کی تفصیل میں انہوں نے عشر کا کوئی ذکر نہیں کیا (منتقیٰ مع نیل) اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ وقف میں عشر نہیں نیز وقف خود ایک قسم صدقہ ہے۔ پس صدقہ میں صدقہ کے کچھ معنیٰ نہیں۔ اس لئے عشر زکوٰۃ جو بیت المال میں جمع ہوتا ہے اس میں کسی قسم کا صدقہ نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۱ محرم ۱۳۸۰ھ ۱۵ جولائی ۱۹۶۰ء

سونا چاندی کا نصاب

سوال :۔ سونا اور چاندی کس قدر ہو تو اس پر زکوٰۃ پڑتی ہے۔ اگر سونا چاندی الگ نصاب تک نہ پہنچیں تو دونوں کو ملا کر زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔؟

جواب :۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے۔ اگر اس سے کم ہو تو زکوٰۃ نہیں اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اگر اس سے کم ہو تو اس میں بھی زکوٰۃ نہیں۔ اگر دونوں مل کر نصاب کو پہنچ جائیں تو پھر اس میں زکوٰۃ پڑ جائے گی۔ کیونکہ ان دونوں جنسوں کا تبادلہ آسانی سے ہو سکتا ہے تو گویا یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ اس بنا پر مثلاً کسی کے پاس پونے چار تولہ سونا ہو اور سوا چھبیس تولہ چاندی ہو تو زکوٰۃ دینی پڑے گی کتب فقہ میں اس میں اختلاف لکھا ہے کہ دونوں کو کس طرح ملایا جائے۔ بعض تو اس طرح کہتے ہیں جس طرح میں نے لکھا ہے یعنی وزن کا لحاظ کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ قیمت کا لحاظ کیا جائے۔ مثلاً

صورت مذکورہ میں سونے کی قیمت لگائی جائے۔ اگر پونے چار تولہ سونا کی یا اس سے کم کی سوا چھبیس تولہ چاندی آسکے تو زکوٰۃ دینی پڑے گی اگر کم آئے تو نہیں۔ مگر ایسے اختلاف کے موقعہ پر احتیاط والی جانب کو اختیار کرنا چاہیے۔ مثلاً اگر وزن کے لحاظ سے نصاب پورا ہو جائے قیمت کے لحاظ سے نہ ہو یا قیمت کے لحاظ سے پورا ہو جائے وزن کے لحاظ سے نہ ہو تو جس لحاظ سے پورا ہو اسی کو اختیار کر کے زکوٰۃ دے دینی چاہیئے۔ کیونکہ فرض کا معاملہ ہے۔ شبہ نہ رہے جب سونا اور چاندی کا اکیلے اکیلے یا ملا کر نصاب پورا ہو جائے اور سال بھر پڑا ہے تو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے۔ اگر زیور ہے تو اس میں اختیار ہے خواہ کوئی زیور دے دے یا قیمت لگا کر اتنے پیسے دے دے۔ دیگر چاندی سونے میں بھی قیمت لگا کر پیسے دے سکتا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۱ رجب ۱۳۵۴ھ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء

کھیتی باغات

سوال:۔ کھیتی باغات وغیرہ کی کن کن فصلوں میں عشر ہے۔

جواب:۔ سبزیاں وغیرہ جو ذخیرہ نہیں ہو سکتیں یا مشکل سے تھوڑے دن تک ذخیرہ ہو سکتی ہیں جیسے آلو، پیاز، لہسن وغیرہ ان کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں باقی میں زکوٰۃ ہے۔ بیس من پختہ انگریزی وزن اس کا نصاب ہے اس سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ نہیں۔ اگر کئی اجناس مل کر نصاب پورا ہو جائے تو ان کو بھی ملا لینا چاہیئے مثلاً گیہوں۔ چنے۔ جو وغیرہ ایک موسم کی اشیاء ملانے سے نصاب پورا ہو جائے تو زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ اگرچہ کسی روایت میں اس کی تصریح نہیں آئی۔ مگر غلہ ہونے کی وجہ سے ان میں قرب ہے جیسے بکریاں۔ بھیڑیں وغیرہ ایک ہیں۔ اور بہت دفعہ یہ اشیاء ملا کر بوئی جاتی ہیں اور بکریں بھیڑوں کی طرح ان کا نصاب بھی ایک ہی ہے۔ اس لئے احتیاطاً ملا لینا مناسب ہے۔ ہاں اگر زیادہ فرق ہو تو نہ ملانے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے کپاس اور گنا۔ کیونکہ گنا سے گڑ، شکر تیار ہوتی ہے جو کھانے کے کام آتی ہے اور کپاس سے کپڑا بنتا ہے جو پہننے کے کام آتا ہے اگرچہ یہ دونوں ایک موسم کی اشیاء ہیں مگر زیادہ فرق کی وجہ سے ان کو الگ الگ اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح سرسوں۔ تودیہ۔ تارامیرا ملتے جلتے ہیں مگر کپاس اور گنا کے ساتھ ان کو کوئی مناسبت نہیں۔ اس لئے تودیہ۔ تارامیرا کو آپس میں ایک سمجھنا چاہیئے۔ کپاس

اور گنا الگ۔

جب ان اشیاء کا نصاب پورا ہو جائے تو بارانی زمین سے دسواں حصہ اور چاہی سے بیسواں حصہ زکوٰۃ دے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

بکریاں۔ بھیڑیں۔ دنبے

سوال:۔ بکریوں۔ بھیڑوں۔ دنبوں کا نصاب زکوٰۃ کیا ہے؟

جواب:۔ بکریوں وغیرہ کا نصاب چالیس ہیں۔ ان کو الگ الگ اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ حدیث میں ان سب کو غنم کے لفظ سے ذکر کر کے ان کا نصاب چالیس تبلایا ہے۔ پس یہ سب ایک جنس ہے۔ جب اکیلے اکیلے یا سب ملا کر ان کا نصاب پورا ہو جائے تو سال کے بعد چالیس میں ایک ہے ایک سو بیس تک ایک ہی ہے۔ اگر اس سے زیادہ ہو جائیں تو دو سو تک دو ہیں۔ اگر اس سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو تک تین ہیں۔ اس کے بعد ہر سینکڑے میں ایک ہے۔ چھوٹے بڑے ملا کر تعداد پوری کی جائے گی۔ اور درمیانہ بھا رو لیا جائے گا۔ بوڑھی۔ دبلی زکوٰۃ میں نہیں لگتی۔ سانڈھ بھی نہیں لگتا۔ ہاں اگر عامل لینا چاہے تو زکوٰۃ میں لگ سکتا ہے۔ اگر دو شخصوں کی بکریاں بھیڑیں اکٹھی چرتی ہوں اور رات ایک جگہ رہتی ہوں تو وہ ایسی سمجھی جائیں گی جیسے ایک کی ہیں۔ یعنی دونوں کو ملا کر نصاب پورا کیا جائے گا اور زکوٰۃ لے لی جائے گی پھر وہ اپنا حساب آپس میں ٹھیک کر لیں گے۔

اُونٹ کی زکوٰۃ

سوال:۔ اُونٹ کتنے ہوں تو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تفصیل فرمائیں۔

جواب:۔ اُونٹ کا نصاب پانچ ہے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ ہر پانچ میں ایک بکری چوبیس میں چار بکریاں۔ پچیس میں پورا ایک سالہ مادہ بچہ۔ اگر ایک سالہ نہ ہو تو دو سالہ نر بھی لگ سکتا ہے پینتیس تک یہی حکم ہے۔ اس کے بعد چھتیس سے پینتالیس تک پورا دو سالہ مادہ بچہ پھر چھیالیس سے ساٹھ تک پورا تین سالہ پھر اکسٹھ سے پچھتر تک پورے چار سال کی اونٹنی۔ اس کے بعد چھہتر سے نوے تک پورے دو سال

کے دو مادہ بچے۔ پھر ایک سو بیس تک پورے تین تین سال کے دو مادہ بچے جب اس سے زیادہ ہو جائیں تو پھر ہر چالیس پر دو سالہ مادہ بچہ اور ہر پچاس پر تین سالہ مادہ بچہ۔

مسئلہ۔ اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ جس عمر کا بچہ دینا لازم آتا ہے۔ اس عمر کا نہ ہو۔ مثلاً چار سالہ دینا آتا ہے اور اس کے پاس تین سالہ ہے تو اس سے تین سالہ ہی قبول کر لیا جائے گا لیکن ساتھ دو بکریاں دے یا قریباً پانچ سوا پانچ روپیہ دے اگر اس کا الٹ ہو یعنی اس کے ذمہ تین سالہ لازم آتا ہے اور اس کے پاس چار سالہ ہے تو عامل چار سالہ لے لے اور مالک کو دو بکریاں یا قریباً پانچ سوا پانچ روپیہ دیدے اور اگر اس کے ذمہ دو سالہ بچہ لازم آتا ہے اور اس کے پاس ایک سالہ مادہ ہے تو ایک سالہ ہی قبول کر لیا جائے گا۔ لیکن ساتھ دو بکریاں دے دے یا قریباً پانچ سوا پانچ روپیہ دے اگر اس کا الٹ ہو تو عامل دو بکریاں یا قریباً پانچ سوا پانچ روپیہ دے دے۔ غرض جب فرق پڑ جائے تو اس طرح سے اپنا حساب ٹھیک کر لیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

گائے بھینس کی زکوٰۃ

سوال:۔ گائے بھینس کا نصاب کتنا ہے؟ اور زکوٰۃ ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

جواب:۔ گائے کا نصاب تیس ہے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ بھینس بھی گائے کے حکم میں ہے۔ تیس میں ایک سال کی بچھڑی یا بچھڑا۔ کٹڑی یا کٹڑا۔ اگر چالیس ہو جائیں تو دو سال کی بچھڑی یا بچھڑا یا کٹڑی یا کٹڑا۔ اس طرح ہر تیس اور چالیس کا حساب چلایا جائے گا۔

گھوڑا۔ گدھا

گھوڑے۔ گدھے۔ غلام میں زکوٰۃ نہیں۔ ہاں اگر ان کی تجارت کرے تو پھر زکوٰۃ ہوگی۔ کیونکہ مال تجارت میں مطلقاً زکوٰۃ ہے۔ خواہ کسی قسم کا ہو۔

مسئلہ

بکریاں۔ بھیڑیں۔ اونٹ وغیرہ جن میں زکوٰۃ ہے اُن کے لئے شرط ہے کہ ان کا گذارہ اکثر باہر کے چارہ پر ہو۔ اور اگر قیمت کے چارہ پر گذارہ ہو تو پھر زکوٰۃ معاف ہے۔

شہد کی زکوٰۃ

سوال: کیا شہد میں زکوٰۃ ہے اس کے نصاب سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: شہد کا نصاب دس مشکیں ہیں۔ اگر اس سے کم ہو تو زکوٰۃ نہیں۔ دس مشک میں ایک مشک ہے۔ گویا بارانی کھیتی کے حکم میں ہے یعنی جیسے اس کا دسواں حصہ ہے۔ اس طرح شہد کا بھی دسواں حصہ ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۱ رجب ۱۳۵۴ھ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء

مصارف زکوٰۃ

سوال: قرآن مجید نے جو مصارف زکوٰۃ بیان فرمائے ہیں ان کی تفصیل فرمائی جائے۔

جواب: قرآن مجید میں ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔

یعنی سوائے اس کے نہیں خیرات فقراء اور مساکین کے لئے ہے۔ اور ان کے لئے جو تحصیل زکوٰۃ پر عامل ہیں۔ اور ان نو مسلموں کے لئے جن کی تالیف قلوب مطلوب ہے اور گردنوں کے آزاد کرنے میں اور مسافروں کے لئے یہ فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

فقیر مسکین میں یہ فرق ہے کہ فقیر زیادہ تنگدست کو کہتے ہیں۔ اور مسکین کچھ کم کو۔ خضر علیہ السلام نے جن کی کشتی کا ایک تختہ نکال دیا تھا۔ قرآن مجید میں ان کو مسکین کہا گیا ہے۔ حالانکہ ان کی کشتی بھی تھی جس کے ذریعہ وہ کچھ کماتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں۔

أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ

یعنی کشتی مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے

خدا تعالےٰ کا یہ فرمانا کہ کشتی مسکینوں کی تھی اس کا ظاہر اسی کو چاہتا ہے کہ کشتی ان کی ملک تھی اور کچھ کماتے بھی تھے، اور باوجود اس کے ان کو مسکین کہا ——— اس سے معلوم ہوا کہ مسکین ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ بالکل نادار ہو بلکہ صرف معاش کا تنگ ہونا شرط ہے۔ ہاں فقیر وہ ہے جو بالکل نادار ہو۔ ابن عباسؓ۔ حسنؒ۔ مجاہدؒ قتادہ رح، عکرمہؒ، زہری رح فقیر کے لئے نہ ہونے کی شرط کرتے ہیں۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں جو در بدر پھر کر ایک ایک درہم یا کھجور جمع کرے وہ فقیر نہیں بلکہ فقیر وہ ہے جو بدن کپڑا صاف رکھے اور سوال نہ کرے۔ اس صفائی کی وجہ سے ناواقف اس کو غنی سمجھتا ہے۔ جیسے آیت کریمہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ (پ ۳) میں ہے (ملاحظہ ہو معالم التنزیل وغیرہ۔ حدیث میں ہے مسکین وہ نہیں جو لقمہ دو لقمے اور کھجور دو کھجوریں در بدر مانگتا پھرے بلکہ مسکین وہ ہے کہ اس کے پاس اتنا نہیں کہ اس کو کفایت کرے اور نہ اس کی اطلاع ہو پائی جاتی ہے کہ کوئی اس پر صدقہ کرے اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہے (مشکوٰۃ من تحل لہ المسئلۃ) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو اپنے نفس کے لئے در بدر پھرنے سے نہ ہٹے اس کو زکوٰۃ نہ دینی چاہئیے جو اس میں احتیاط نہیں کرتے وہ غلط کرتے ہیں۔

عامل

تحصیل زکوٰۃ پر عامل اگرچہ غنی ہو۔ اس کو حق الخدمت دیا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے غنی کو پانچ حالتوں میں صدقہ حلال ہے (اول) جنگ کی حالت میں (دوم) تحصیل صدقات پر عامل ہونے کی حالت میں (سوم) جب وہ مقروض ہو جائے (چہارم) صدقہ کی شے اپنے پیسے سے خریدنے کی حالت میں (پنجم) مسکین جس پر صدقہ ہوا ہے وہ اس اپنے صدقہ سے کسی غنی کو تحفہ دیدے (مشکوٰۃ باب من لا تحل لہ الصدقۃ)

اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ تحصیل صدقات پر عامل خواہ غنی ہو وہ حق الخدمت لے سکتا ہے ایک اور حدیث میں ہے ابن ساعدی کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے صدقہ پر مجھے عامل بنایا۔ جب میں فارغ ہوا اور مال زکوٰۃ حضرت عمرؓ کے حوالہ کر دیا تو حضرت عمرؓ نے مجھے حق الخدمت دینا چاہا۔ میں نے کہا میرا کام یہ للہ ہے۔ میں نے اسی نیت سے کیا ہے میرا اجر خدا پر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو کچھ تجھے دیا جاتا ہے لے لے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تحصیل زکوٰۃ کا کام کیا تھا۔ آپ مجھے حق الخدمت دینے لگے۔ میں نے یہی کہا جو کچھ تو نے مجھے کہا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تجھے بغیر مانگے کوئی شے ملے تو اس کو کھا اور صدقہ کر۔

نومسلم

اسی طرح نومسلم خواہ غنی ہو۔ اُس کے ساتھ بھی سلوک اس لئے کیا جاتا ہے کہ کسی وقت تھوڑی بہت تکلیف پہنچنے سے اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے۔ بخاری کتاب الایمان (باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں بعض لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ کہیں خدا ان کو جہنم میں نہ الٹا دے

گردنوں کا آزاد کرنا

اس سے مراد مکاتب ہے۔ جس کو اس کا مالک لکھ دیتا ہے کہ تو اتنے روپے ادا کر دے تو تو آزاد ہے قرآن مجید میں ہے۔ و آتوھم من مال اللہ الذی اتاکم (پ۱۸) یعنی مکاتبوں کو خدا کے دئے ہوئے مال سے دو۔ اور گردنوں کے آزاد کرنے میں قیدیوں کا چھڑانا بھی داخل ہے۔ کیونکہ مکاتب سے بھی زیادہ تنگی میں ہیں۔ اور اگر گردن کے آزاد کرنے میں مطلق غلام کو داخل کر دیا جائے تو اس کا بھی کوئی حرج نہیں مثلاً مال زکوٰۃ سے کوئی غلام خرید کر آزاد کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ ہاں اپنا غلام آزاد کر دے اور اس کی قیمت مال زکوٰۃ سے وضع کر لے۔ تو اس میں شبہ ہے کیونکہ جب کوئی غلام ردی ہونے کی وجہ سے بکتا نہ ہو یا تھوڑی قیمت ملتی ہو تو وہ اُس کو آزاد کر کے اس کا حساب زکوٰۃ میں لگا لے اس لئے اپنے غلام کی بابت اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ البتہ اس کی بابت دوسرے لوگوں سے قیمت وغیرہ کا فیصلہ کرا لے تو اس صورت میں اجازت کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

قرضدار

قرضدار دو طرح کے ہیں۔ ایک جو کسی کا ضامن ہو جائے اور اُس کو ضمانت بھرنی پڑے یا کسی اور طرح دوسرے کی وجہ سے اس پر تاوان پڑ گیا۔ دوسرا وہ قرضدار ہے جو اپنے لین دین میں مقروض ہو جائے۔ جیسے تجارت میں خسارہ پڑ گیا۔ یا اور کوئی نقصان پہنچا۔ یہاں مراد پہلی قسم ہے کیونکہ آیت میں الغارمین کا لفظ ہے جو غرامت سے نکلا ہے اور غرامت کا استعمال اگرچہ عام قرض میں بھی ہوتا ہے۔ جیسے قرض کی دعاؤں میں ہے مگر اصل معنی اس کے تاوان کے ہیں۔ اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ اگر عام قرضدار مراد لیں تو اس میں اُمراء بھی آ سکتے ہیں جو اکثر تجارت میں اُدھار کا معاملہ کرتے ہیں۔ اور اگر وہ قرضدار مراد لیں جن کو قرض نے دبا لیا ہو اور اس کی جائداد قرض میں گھر گئی ہو تو وہ فقیر مسکین کے حکم میں ہیں۔ پھر اس کے الگ ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ عام محاورہ میں یہ فقیر مسکین نہیں کہلاتا اس لئے اس کا الگ ذکر کیا۔ تو اس

صورت میں فائدہ ہوسکتا ہے۔ بہرصورت قرضدار سے مراد مطلق قرضدار نہیں بلکہ یا تو اس کا قرض دوسرے کی خاطر ہو جو اس بچارے پر تاوان کے حکم میں ہے یا وہ جس کو قرض نے دبالیا ہے اور اس کی جائداد کو گھیر لیا ہے اگر ایسا مقروض نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ نہیں لگتی بلکہ اگر اس کے پاس اتنا سونا چاندی ہو جس پر زکوٰۃ پڑ سکتی ہے۔ یا اتنا غلہ وغیرہ ہو جو عشر کے قابل ہو یا کوئی اور جنس ہو جس میں زکوٰۃ فرض ہے تو اس کو زکوٰۃ یا عشر دینا پڑے گا صرف اس خیال سے کہ میرے ذمہ قرض ہے۔ زکوٰۃ عشر کی ادائیگی میں سستی نہ کرے بہت لوگ قرض کی وجہ سے زکوٰۃ عشر ادا نہیں کرتے حالانکہ ان کے پاس کافی جائداد مکان زمین وغیرہ ہوتی ہے جس کو فروخت کر کے ادا کر سکتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ قرض کو زکوٰۃ عشر پر ڈال کر اس فرض کی ادائیگی میں سستی کریں۔

فی سبیل اللہ

فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے۔ اور حج عمرہ بھی اس میں داخل ہے۔ اور بعض عام مراد لیتے ہیں۔ کوئی کار خیر اس میں شامل ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ابن السبیل

اس سے مراد مسافر ہے خواہ گھر میں اس کے مال ہو مگر سفر میں اس کے پاس کچھ نہیں سو اس حالت میں مال زکوٰۃ سے اس کی امداد ہو سکتی ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۱ رجب ۱۳۵۴ھ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء

عورت کا خاوند کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ و خیرات دینا

سوال:۔ خاوند بخیل ہے اور عورت مسلمان نیک ہے۔ خاوند زکوٰۃ۔ عشر، صدقہ، خیرات نہ کرتا ہے نہ عورت کو اجازت دیتا ہے ایسی مجبور عورت کو جائز ہے کہ وہ اس سے چوری صدقہ فطر اپنا اور اولاد کا دے دے اور اپنے زیور کی زکوٰۃ نکال دے یا کسی مسافر مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اور عشر نکال دے۔

جواب:۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ زکوٰۃ کا تعلق عین مال سے ہے یا دین کی طرح ذمہ میں ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ)

دلائل دونوں طرف قوی ہیں۔ پہلے مذہب کی بنا پر عورت کو گنجائش ہے کہ وہ خاوند کے مال کی زکوٰۃ اور عشر ادا کرے۔ کیونکہ مال اس کے سپرد ہے۔ نیز اس مذہب والے کہتے ہیں کہ ولی کو چاہیئے کہ یتیم کے مال سے ہر سال کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے۔ اگرچہ یتیم اس قابل نہیں کہ خدا کی طرف سے کسی حکم کا مکلف ہو مگر زکوٰۃ کا تعلق عین مال سے ہے اور وہ ولی کے سپرد ہے تو ولی کو چاہیے کہ جیسے یتیم کے مال میں کوئی شریک ہو تو اس کا حصہ بانٹ کر اس کو دیتا ہے اس طرح اس مال میں مسکین شریک ہیں ان کا حق زکوٰۃ نکال کر دے اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ یتیم کے مال کو بڑھانا چاہیئے تاکہ اس کو زکوٰۃ نہ کھا جائے یہ تو زکوٰۃ اور عشر کا حکم ہے۔ رہی اس کے اپنے زیور کی زکوٰۃ تو وہ خاوند کے مال سے ادا نہیں کر سکتی کیونکہ زیور اس کی ملک ہے تو زکوٰۃ اس کی اسی پر ہوگی۔ ہاں اگر خاوند کا زیور ہے جو اس کو عاریۃً دیا ہوا ہے تو اس کی زکوٰۃ پہلے مذہب پر دے سکتی ہے۔ باقی رہا اس کا صدقۂ فطر اور اس کی اولاد کا صدقۂ فطر تو یہ مرد کے ذمہ ان کا حق ہے۔ جس کی کار مختار عورت ہے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ میرا خاوند بخیل ہے۔ کیا اس کے مال سے چوری کر لوں۔ فرمایا جتنا تجھے اور تیری اولاد کو کافی ہو لے لے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب النفقات وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔ اس طرح عام صدقہ خیرات کی بھی عورت کو اجازت ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب "صدقۃ المراۃ من مال الزوج" میں حدیث ہے کہ جب عورت بغیر اجازت خاوند صدقہ کرتی ہے تو اس کو آدھا ثواب ملتا ہے لیکن دوسری حدیث میں شرط آئی ہے۔ غیر مفسدۃ یعنی خاوند کے مال کو بگاڑنے والی نہ ہو یعنی جیسے عام طور پر گھروں میں سوالی کو عورتیں دیتی ہیں یا کسی آئے گئے کو روٹی کھلا دیتی ہیں یا اس طرح کا کوئی اور عام رواج کے مطابق تصرف کرتی ہیں۔ اس کا کوئی حرج نہیں۔ عام رواج سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ جیسے غریب گھر ہو تو دس آدمیوں کو کھلا دے ایسا تصرف فساد میں داخل ہے کیونکہ یہ معروف کے خلاف ہے۔ ایک عورت نے ایک بکری بغیر اجازت خاوند فروخت کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناجائز قرار دے دیا۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب المعجزات۔ جب بغیر اجازت کے ایک بکری کی خرید و فروخت جائز نہ ہوئی تو زیادہ مقدار میں صدقہ خیرات کس طرح جائز ہوگا۔ اور جن احادیث میں منع آیا ہے کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر طعام بھی دے جیسے مشکوٰۃ کے باب صدقۃ المراۃ من مال الزوج میں ہے تو اس سے یہی غیر معروف خرچ مراد ہے۔ یعنی عام دستور اور رواج سے زیادہ نہ دے امیر امیروں کا دستور اور غریب غریبوں کا دستور استعمال کریں۔ ہاں اگر عام نفلی خیرات میں خاوند ناراض ہو

اور بخل کرتا ہو تو اس صورت میں عورت کو خاوند کے مال میں عام نفلی خیرات سے بند رہنا مناسب ہے۔ کیونکہ اوپر جو حدیث ذکر ہوئی اس میں تصریح ہے کہ عورت کو آدھا ثواب ملتا ہے۔ اور جس حالت میں غیر مفسدہ کی شرط ہے اس میں تصریح ہے کہ خاوند کو بھی ثواب ملتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب خاوند ناراض ہو تو خاوند کو ثواب نہیں مل سکتا۔ پس عورت کو چاہیئے کہ نفلی خیرات اس صورت میں کرے جس میں دونوں ثواب کے مستحق ہوں تاکہ اس کی خیرات ان حدیثوں کے موافق ہو۔ ان باتوں کا عموماً خیال رکھنا چاہیئے۔ عورتیں اس معاملہ میں بہت کوتاہی کرتی ہیں۔ اور خاوند کے مال میں خیرات کے علاوہ پوشیدہ بہت تصرف کرتی ہیں۔ جو بڑی بے برکتی کا سبب ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔ آمین۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

یکم ربیع الاوّل ۱۳۵۳ھ ۱۴ جون ۱۹۳۴ء

سید کی زکوٰۃ سے سید مدرس کو تنخواہ دینا

سوال:۔ دینی مدارس میں جو سید مدرس درس و تدریس کا کام کرتے ہیں۔ زکوٰۃ سے ان کو تنخواہ دی جا سکتی ہے۔ اور کیا سید اپنی زکوٰۃ غریب سید کو دے سکتا ہے۔؟

حاجی شمس دین شاکر ٹ نوشہراں والا ضلع لاہور

جواب:۔ صریح دلیل اس بارہ میں کوئی نہیں۔ البتہ اجتہادی دلیل ہے جو امام ابو حنیفہ وغیرہم سے منقول ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ کے عوض بنو ہاشم کو غنیمت کے مال سے خمس سے حصہ ملتا تھا۔ اور وہ اب نہیں رہا اس لئے جائز ہے۔ اور بعض مالکیہ بھی جواز کے قائل ہیں۔ اور امام شافعی کے مذہب میں بھی بعض شافعیہ نے ایک صورت جواز کی لکھی ہے۔ اور بہت سے علماء کہتے ہیں کہ بنو ہاشم کی آپس میں ایک دوسرے کو زکوٰۃ لگ سکتی ہے نہ غیر کی۔ اور اس کی دلیل میں ایک صریح حدیث ذکر کی ہے لیکن امام شوکانی رح اس حدیث پر لکھتے ہیں۔ قد اتھم بعض الرواۃ وقد اطال صاحب المیزان الکلام علی ذالك۔ یعنی اس حدیث کے بعض راوی متہم ہیں۔ اور امام ذہبی نے میزان میں اس پر بڑی لمبی بحث کی ہے۔

البتہ نفلی صدقہ بلاشک و شبہ جائز ہے کیونکہ زکوٰۃ کے متعلق منع کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگوں کی

میل ہے اور نفل میں نہیں۔ ہاں صرف حضورؐ کی ذاتِ گرامی پر نفلی صدقہ بھی حرام ہے جس کی وجہ آپ کا شرف اور بلندی شان ہے۔ اور احادیث میں آیا ہے کہ آپ ہدیہ اور ہبہ کو قبول کر لیتے تھے نہ صدقہ۔ ہدیہ۔ ہبہ اور صدقہ کے الفاظ بھی تبلا رہے ہیں کہ حضور پر فرضی۔ نفلی ہر قسم کا صدقہ حرام ہے اور اس پر قریب قریب اجماع ہے۔ البتہ اوقاف کا حکم علیحدہ ہے وہ سب کے لئے جائز ہے اور وہ ہدیہ اور ہبہ کے حکم میں ہے۔ زیادہ تفصیل نیل الاوطار میں ملاحظہ ہو۔

عبداللہ امرتسری روپڑی حال لاہور ماڈل ٹاؤن سی بلاک

گندم، جو وغیرہ مجموعی غلہ میں زکوٰۃ

سوال:۔ عشر کے لئے نصاب شرعی بیس من پختہ وزن ہے جو پانچ وسق ہے۔ اگر کسی کھیت میں پیداوار غلہ کی مختلف اجناس سے ہو مثلاً گیہوں دس من۔ باجرہ پانچ من۔ جو پانچ من تو ان میں عشر ہر جنس غلہ میں ہے جب کہ وہ مقدار نصاب کو پہنچے یا ان غلہ جات کو جمع کر کے نصاب پورا ہو جائے تو پھر ان میں عشر ہے ——— اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ مجموعی غلہ میں عشر کے قائل ہیں، خواہ وہ مختلف اجناس سے ہوں۔ احناف و شوافع وغیرہ ہر ایک جنس علیحدہ میں عشر کے قائل ہیں، گو احناف کے نزدیک تو مطلق پیداوار میں عشر ہے۔ آپ اپنی تحقیق فرمائیں۔ میرا خیال ہے کہ غلہ جات خواہ مختلف اجناس سے ہوں اور ہر ایک نصاب شرعی سے کم ہو۔ مگر مجموعی طور پر وہ نصاب شرعی کو پہنچ جائیں تو ان میں عشر ہے کیونکہ علت طعم سب میں ہے اور فائدہ میں اتحاد ہے ——— پھر سوال یہ ہے کہ غلہ کی جب مختلف اجناس ہوں تو عشر کس غلہ سے دیا جائے۔ بعض غلہ قیمتی ہوتا ہے۔ بعض قیمتی نہیں ہوتا۔

ابو محمد عبدالجبار مدرس مصباح العلوم کھنڈیلہ

جواب:۔ میری تحقیق آپ سے متفق ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ فیما سقت السماء العشر الحدیث فرمایا ہے۔ جنسوں کو الگ نہیں کیا۔ پس ایک موسم کی سب اجناس ملانی چاہئیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں واٰتوا حقہ یوم حصادہٖ آیا ہے۔ البتہ کپاس کو باقی اجناس میں شامل نہیں کرنا چاہئے۔ کپاس کسی جنس سے نہیں ملتی کیونکہ وہ چھ ماہ تھوڑی تھوڑی اترتی ہے اس لئے اس کا حساب الگ ہوگا۔ اجناس ملانے کی تائید اس سے

بھی ہوتی ہے کہ بکریاں اور دُنبے ملائے جاتے ہیں۔ حالانکہ دونوں الگ الگ جنسیں ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ حدیث میں و فی الغنم کا لفظ آیا ہے جو دونوں کو شامل ہے پس اس طرح فیما سقت السماء کو سمجھ لینا چاہیئے۔

زیرہ۔ دھنیا۔ پیاز میں عشر

سوال :۔ زیرہ۔ دھنیا۔ پیاز میں عشر ہے یا نہیں؟

جواب :۔ راجح مذہب یہی ہے کہ خضراوات میں عشر نہیں۔ کیونکہ اس حدیث کے طرق بہت ہیں سب مل کر حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ اور خضراوات وہ ہے جو ذخیرہ نہ ہو سکے۔ زیرہ اور روئی خضراوات میں داخل نہیں۔ کیونکہ ان کا ذخیرہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح دھنیا وغیرہ ہے۔ البتہ۔ پیاز۔ لسن۔ آلو وغیرہ خضراوات میں داخل ہیں۔ اگرچہ کچھ مدت تک رکھے جا سکتے ہیں مگر بڑی تدبیر سے اور وہ بھی نصف۔ تہائی۔ چوتھائی رہ جاتے ہیں۔ ذخیرہ کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ فصل تک آسانی سے محفوظ رہ سکے۔ سو یہ ایسے نہیں اس لئے یہ خضراوات ہیں۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی حال لاہور ماڈل ٹاؤن سی بلاک کوٹھی نمبر ۱۱۹

۳۰ شوال ۱۳۷۲ھ ۱۲ جولائی ۱۹۵۳ء

روزہ کا بیان

رؤیت ہلال

سوال :۔ کتنے گواہ ہوں کہ روزہ کے بارہ میں ان کی رؤیت کا اعتبار ہو سکتا ہے۔

جواب :۔ حدیث میں ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّی رَئَیْتُ الْہِلَالَ یَعْنِیْ ہِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ اَتَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ نَعَمْ قَالَ یَا بِلَالُ اَذِّنْ فِی النَّاسِ اَنْ یَّصُوْمُوْا غَدًا (رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والدارمی (مشکوۃ)